اسلامی افکار و نظریات پر مبنی ایک فکر انگیز مجموعہ

شمارہ نمبر :۸

سہ ماہی

افکار

امت مسلمہ کے حالات عصری تقاضے دعوت فکر

شعبہ اصلاح :

- سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے قبر انور سے دست مبارک کا ظہور
- شرم وحیا اور ہمارا معاشرہ
- عصرِ حاضر میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک فلاحی راستہ
- موجودہ وقت میں مسلمانوں کی خاموشی مستقبل کے لیے نقصان دہ
- تعلیماتِ اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم
- یوٹیوب کی کمائی کا شرعی حکم
- ائمہ حضرات اور معاشی بحران سے نجات کی تدابیر

شعبہ تحقیق :

- متحدہ سنی قیادت : ممکن یا محض خیال ؟
- حدیث پاک "لا نبی بعدی" کی تحقیق

شعبہ تنقید :

- قائدین کی خاموش مزاجی : ملت کی تباہی کا پیش خیمہ



ناشر :

تحریک نظام مصطفی ﷺ

www.nizamemustafa.in

Book Name: AFKAR PART 8

Language: Urdu

Hijri Date: 1Rajab ul Murajjab 1443 H

English Date: 03 Feb 2022 [Thursday]

Publisher: Tehreek Nizam e Mustafa ﷺ (India) or TNM Official

Any Query, contact us: 9675801762 & 9720315389

Read another books, visit: https://www.nizamemustafa.in/

Also follow us on: Facebook | Instagram | Youtube | Twitter

About Us:

All Praise is to Allah the Exalted! The revolutionary organization of Ahlus Sunnah wal Jama'ah "Tahreek Nizam e Mustafa" is constantly working for propagating the message of Ahlus Sunnah. And every work which it does is in the light of thoughts and views of Imam Ahmad Raza. It is an organization comprising of students from schools and colleges as well as seminaries (Madaris). The main aim of our organization is to preserve the beliefs of Ahlus Sunnah and the eradication of various ill practices in the society and regarding the same time and again various articles are published by us and along with it religious gatherings are organized. It is supplication to Allah the Exalted that he through the mediation of his Prophet (peace and blessings be upon him) blesses the members of this organization with true love of Islam and keeps them firm on the creed of Ahlus Sunnah wal Jama'ah and gives them success in their goals. Ameen.

TNM OFFICIAL

سہ ماہی

افکار

[شمارہ نمبر:۸]

اسلامی افکار و نظریات پر مبنی ایک فکر انگیز مجموعہ

• شعبۂ اصلاح • شعبۂ تحقیق • شعبۂ تنقید



ناشر:

تحریک نظام مصطفی ﷺ

https://www.nizamemustafa.in/

فہرست مضامین

❖ شعبۂ تحقیق

❖ شعبۂ تنقید

پیش لفظ

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے

پھر کسی قوم کی شوکت پر زوال آتا ہے

امت مسلمہ کے موجودہ حالات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ حکومت ان کے پاس نہیں،اقتدار ان کا ختم ہو چکا لیکن ایک چیز اس امت کے پاس باقی تھی جسے فکر کہتے ہیں جس فکر کو لے کر یہ امت محنت و مشقت کر کے اپنے دشمن کو خاک میں ملا سکتی تھی لیکن اب وہ فکر ہی اس قوم کے دلوں سے فنا ہوتی جارہی ہے اور یہ قوم اغیار کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ چکی ہے۔ سب کچھ ختم ہو چکا ہے پھر بھی ہمارے حالات کیا ہیں؟ وہی گناہوں میں لتھڑی زندگی جیتے جا رہے ہیں۔

ارے یہ تو وقت اللہ کی بارگاہ میں رو کر گڑ گڑا کر معافی مانگنے کا تھا کہ ہم اللہ تعالی سے عرض گزار ہوتے کہ اللہ ہمیں معاف فرمادے۔ ہمیں در گزر فرمادے۔ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہم نے تیرے احکام کی پابندی نہیں کی اس لئے ہم پر یہ مصیبتیں آئی ہوئی ہیں۔ یہ تو وقت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرنے کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ سے دعا کرنے کا تھا۔ لیکن ہم غفلت میں مبتلا ہیں ہم وہی کر رہے ہیں جو ہمارا نفس ہم سے کہہ رہا ہے۔

اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ کی فکر کو نئی تازگی دی جائے اور جو برائیاں اور نفرتیں ہماری قوم کے درمیان پنپ رہی ہیں اور بزدلی ہمارا اشعار بن چکی ہے ان سب کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے جب معاشرے کا ہر فرد برائیوں کو مٹانے کے لئے جدوجہد کرے اور اس کو اپنا ایک اہم فرض سمجھ کر کام کرے پھر وہ دن دور نہیں جس دن ہم اپنے کھویا ہوا وقار واپس پالیں گے ضرورت ہے قوم کے فکر و عمل پر کام کرنے کی۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس میگزین کو پڑھنے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے سبق حاصل کر اپنی زندگی میں اسلام کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب اس کو پڑھنے والے اللہ کی توفیق سے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

محمد حسان رضا راعینی

سہ ماہی رسالہ افکار: ایک نظر میں

از قلم: سبطین رضا محشر مصباحی

اسلامک ریسرچ اسکالر کشن گنج بہار

محترم معزز قارئین!

خدمتِ دین کے لیے تقریر، تبلیغ، تنظیم اور تحریک جیسے بہت سارے ذرائع ہیں۔ ہمیں بس اپنی قابلیت اور صلاحیتوں کو پرکھتے ہوئے یہ سوچنا ہے کہ کس طور پر امت میں اپنا تعاون پیش کر سکتے ہیں۔ خدمتِ دین کی ایسی ہی ایک کڑی میدانِ تحریر بھی ہے جو محتاجِ بیان نہیں، کتابوں کی تصنیف و تالیف اور طباعت و اشاعت کا جو ہمہ گیر کارنامہ جماعتِ اہلِ سنت میں انجام پذیر ہوا ہے لائقِ صد تحسین ہے۔

آج کے مطالعاتی میز پر ڈیجیٹلی تحریری کوشش **تحریکِ نظامِ مصطفیٰ** ﷺ کے زیرِ اہتمام و انتظام **سہ ماہی رسالہ افکار** ہے، یہ اسلامی افکار و نظریات پر مبنی ایک فکر انگیز سہ ماہی رسالہ ہے، زیرِ تبصرہ رسالہ نہایت ہی آسان اور سہل انداز میں ہے جو تشنہ لب اصحابِ ذوق اور قارئین کی سیرابی کا مرکز بنا ہوا ہے عالم یہ کہ تشنگی میں کوئی کمی نہیں آئی اب بھی دلچسپی بدستور قائم ہے۔ نیز رسالہ اس لیے بھی خاص ہے کہ اس میں گوناگوں افادیاتی پہلوؤں پر توجہ دی گئی ہے اور صاحبانِ علم و فضل اور قارئین حضرات سے سندِ تحسین و تبریک وصول چکا ہے۔

زیرِ تبصرہ رسالہ کا اب **آٹھواں شمارہ** پیشِ خدمت ہے اس میں جتنے بھی موضوعات پر قلم اٹھایا گیا قابل تعریف اور لائق تحسین ہے۔ شمارہ کو دیکھ کر اور اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے کہ طرزِ

تحریر دلکش، پر اثر اور دل موہ لینے والا ہے جس میں باتوں کو طول دینے کے بجائے سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے مسائل کی الجھن کو سلجھانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

اربابِ قلم حضرات کے ناموں کی شمولیت دیکھ کر مشمولات کے مؤقر ہونے پر اعتبار فراہم ہو جاتا ہے۔ مشمولات پر نظر دوڑائیں تو مختلف موضوعات پر مبنی مضامین ہیں جو اپنے اندر سموئی ہوئی معنویت اور افادیاتی پہلوؤں کی وجہ سے قاری کو مطالعہ کی دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔ افکار میگزین کے شمارہ کے مشمولات کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اول جس کو شعبۂ اصلاح کا نام دیا گیا ہے اس باب میں سات مضامین ہیں۔ باب دوم کو شعبۂ تحقیق سے موسوم کیا گیا ہے اس باب میں دو مضامین ہیں۔ باب سوم شعبۂ مسمی بہ تنقید ہے جس میں ایک مضمون ہے۔

امید قوی ہے کہ یہ سہ ماہی رسالہ افکار موجودہ حالات کے تناظر میں صحیح رہنمائی کے لیے مفید ثابت ہو گا۔ امت مسلمہ کو اپنی موجودہ عملی کارکردگی پر دعوتِ فکر دیتا نظر آئے گا۔ اس موقع پر افکار میگزین کے مدیرِ اعلیٰ جناب حسان رضا اعینی صاحب اور جملہ منتظمین احباب کو دلی طور پر مبارکباد!۔ جنھوں نے پورے تن دہی، لگن اور محنت سے اس کام کا آغاز کیا ہے اور میدان تحریر میں ایک خوب اضافہ فرمایا۔ اور جملہ مضمون نگار حضرات کے لیے بہت سی دعائیں اور نیک خواہشات.....!!! جنھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مضامین رقم فرمائے۔

قارئین کرام!

اخیر میں دستِ ادب استدعا ہے کہ اس مشن کا حصہ بنیں۔ شمارہ کو خود بھی مطالعہ فرمائیں اور اپنے دوست واحباب کو بھی شیئر کریں۔ رب تعالیٰ سے دعا ہے سبھی کے لیے رسالہ کو نفع بخش بنائے۔ آمین ثم آمین۔

شعبۂ اصلاح

سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے قبر انور سے دست مبارک کا ظہور

از : الامام الحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : علامہ پیر ظفر علی شاہ مہروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولیِ کبیر و امامِ شہیر حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی قبر شریف سے دست مبارک کو باہر نکالنے کے بارے میں سوال ہوا ہے کہ آیا وہ واقعہ ممکن ہے یا نہیں؟ اور کیا اس مشہور روایت کی سندیں عالی و صحیح ہیں یا نہیں؟ میں نے اسی سوال کے جواب میں یہ رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے

"الشرف المحتم فيما من الله به على وليه السيد احمد الرفاعي رضي الله عنه من تقبيل يد النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

سب سے پہلے جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات اور تمام دوسرے انبیاء کی حیات قطعی و یقینی ہے اور اس یقین کے لیے ہمارے پاس یقینی دلائل و

براہین ہیں صحیح روایتیں اور متواتر خبریں ہیں خود میں (امام سیوطی رحمۃاللہ علیہ) نے حیات الانبیاء کے موضوع پر ایک خاص کتاب تصنیف کی ہے جس میں دلائل واخبار کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

انبیاء علیہ السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں:

یہاں میں ان دلائل میں سے چند ایک کا ذکر کرنا چاہوں گا'' امام ابو نعیم نے "الحلیة'' میں حضرت ابن عباس رضي اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم مر بقبر موسى عليه الصلاة و السلام وهو قائم يصلي فيه"

نبی کریم ﷺ حضرت موسی علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو پایا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ:

''الانبياء احياء في قبور هم يصلون''

ترجمہ: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے مرتبہ نبوت وشہادت دونوں جمع تھے:

اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے لیے مرتبہ نبوت و شہادت دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے یعنی دونوں مرتبے آپ کی ذات میں جمع ہو گئے ہیں اور اس کی دلیل امام بخاری اور امام بیہقی کی روایت کردہ وہ حدیث ہے جسے ان حضرات نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تخریج کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں فرمایا کرتے تھے کہ:

"لم ازل اجد الم الطعام الذي اكلت بخيبر فهذا أوان انقطاع ابهری من ذالك السم"

"میں اب بھی خیبر میں کھائے گئے (زہریلے) کھانے کی تکلیف محسوس کرتا ہوں اس زہر کے اثر سے "ابہری" رگ کے منقطع ہونے کا وقت آگیا ہے۔

لہذا نص قرآنی کے مطابق آپ ﷺ کی حیات ثابت شدہ ہے کیونکہ فرمان الہی ہے کہ

لا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون

ترجمہ: اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق پا رہے ہیں۔

انبیاے کرام شہداء سے اس بات کے زیادہ حقدار ہیں اور ہمارے نبی کریم تمام انبیائے کرام صلوۃ اللہ وسلامه علیهم اجمعین سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی احقیت ان فضائل و خصائص کے سبب ہے جو اللہ تعالی نے آپ کو عطا کیے ہیں۔ نہایت ثقہ محدثین نے انبیاء کی حیات کو مستقل موضوع بنایا ہے بعض انبیاء عظام کو خود ہمارے نبی کریم نے باحیات دیکھا ہے اور آپ ﷺ نے ہی ہمیں خبر دی ہے اور بلاشبہ آپ کی خبر سچی ہے کہ ہمارے درود آپ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ہمارے سلام آپ تک پہنچائے جاتے ہیں اور آپ ﷺ اس کا جواب دیتے ہیں جو سلام پیش کرتا ہے۔

حضرت امام بارزی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان :

امام البارزی رحمۃ اللہ علیہ سے حضور نبی کریم ﷺ کی حیات کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا کہ آپ ﷺ باحیات ہیں۔ ایام حرہ میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ قبر رسول ﷺ سے ایک گونج سن کر ہی نماز کے اوقات کو جانتے تھے۔

اخبار مدینہ میں زبیر بن بکار نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: میں ایام حرہ میں مزار رسول ﷺ سے اذان و اقامت کی آواز سنتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ واپس آ گئے۔

انبیاءاور اولیاءاپنی قبور میں زندہ ہیں:

امام عفیف الدین یافعی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

یہ طے شدہ ہے کہ جو چیز انبیائے کرام کے لیے بطور معجزہ جائز۔ اولیاء رضی اللہ عنہم کے لیے بطور کرامت بلاشرط جائز ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ یہ ایسی بات ہے کہ اس بات کا انکار صرف جاہل شخص ہی کرے گا۔ حیات انبیاء کے سلسلے میں علما کے بے شمار اقوال ہیں لیکن میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں چونکہ حیات انبیاء ثابت ہے اور اولیاء کا انبیائے کرام کے کلام کو سننا اور ان کی زیارت کرنا بھی صحیح ہے لہذا سیدی سید احمد ابن رفاعی رحمۃاللہ علیہ کے لیے نبی کریم کے دست مبارک کا قبر شریف سے باہر آنا بھی ممکن ہے اور اس میں یا تو کجی یا گمرہی والا شبہ کرے گا یا ایسا منافق جس کے دل پر اللہ تعالی نے مہر لگادی ہے اس صفت وخوبی یا اس کے مثل کا انکار سوئے خاتمہ کا سبب ہوتا ہے اللہ تعالی ہماری حفاظت فرمائے کیونکہ اس میں دائمی معجزہ اور کھلی کرامت کا انکار ہے۔

سلام کا جواب اور دست مبارک کا ظاہر ہونا:

ہم سے ہمارے شیخ، شیخ الاسلام کمال الدین امام کاملیہ رحمۃاللہ علیہ نے روایت کی ہے انہوں نے ہمارے مشائخ کے شیخ امام علامہ شیخ شمس الدین جزری رحمۃاللہ علیہ سے انہوں نے اپنے شیخ امام زین الدین مراعی رحمۃاللہ علیہ سے انہوں نے شیخ الشیوخ شجاع و محدث و واعظ وفقیہ

و مقرر و مفسر امام و مقتدا و حجت شیخ عزالدین احمد فاروثی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد استاد اصیل علامہ جلیل شیخ ابو اسحاق فقرائے ابراہیم فاروثی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد امام فقہاء و محدثین شیخ فقرائے اکابر علمائے عاملین شیخ عزالدین عمر ابوالفرج فاروثی واسطی قدس اللہ سرھم اجمعین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ ۵۵۵ھ کے حج میں، میں اپنے شیخ و ملجا اور اپنے سردار ابوالعباس قطب و غوث شیخ سید احمد رفاعی حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا۔ اس سال آپ کو اللہ تعالی کی جانب سے حج کی سعادت حاصل ہوئی تھی جب حضرت رفاعی مدینہ رسول ﷺ پہنچے تو نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے عرض کیا ''السلام علیک یا جدی'' یعنی اے میرے جد آپ پر سلام ہو" تو حضور ﷺ نے فرمایا "وعلیک السلام یا ولدی" اے میرے بیٹے تم پر بھی سلامتی ہو اور اس (جواب) کو مسجد نبوی میں موجود ہر شخص نے سنا اور یہ سن کر سیدنا احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ پر جذب طاری ہو گیا۔ آپ تھرا اٹھے آپ کا رنگ زرد پڑ گیا گریہ وزاری کرتے ہوئے گھٹنے کے بل کھڑے ہو گئے اور دیر تک سسکیاں لیتے رہے پھر عرض کیا اے جد کریم!

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا

تقبل الارض عنی و ھی نائبتی

و ھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت

فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

ترجمہ: اے جد کریم! دوری کی حالت میں اپنی روح و خیال کو بھیجا کرتا ہے جو میری نیابت میں آستاں بوسی کرتے تھے اور آج یہ دور افتادہ خود در دولت پر حاضر ہے لہذا آپ اپنے دست کرم کو دراز فرمائیں تاکہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کر سکیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے معطر دست مبارک کو قبر انور شریف سے باہر نکالا جسے نوے ہزار زائرین کے ہجوم میں امام رفاعی رحمۃاللہ علیہ نے چوما یہ سارے لوگ دست مبارک کو دیکھ رہے تھے اس وقت مسجد میں حجاج کرام کے درمیان شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ عبد القادر جیلانی حضرت غوث اعظم رحمۃاللہ علیہ مقیم بغداد شیخ خمیس اور شیخ عدی بن مسافر شامی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ بھی موجود تھے۔ اللہ تعالی ہم سب کو ان حضرات کے علوم واسرار سے نفع بخشے ہم نے بھی ان حضرات کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کے پاکیزہ دست مبارک کی زیارت کی اور اسی دن شیخ حیات بن قیس حرانی رحمۃاللہ علیہ نے سید احمد کبیر رفاعی رحمۃاللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور آپ کے مریدین و مسترشدین میں شامل ہو گئے۔

سرکار غوث اعظم رحمۃاللہ علیہ کی شہادت :

ایک دوسرے طریقے سے مجھ سے روایت کیا ہے شیخ محمد علی نے ان سے شیخ ابی الرجال یونینی بعلبکی ان سے شیخ عبد اللہ بطائحی قادری نے، ان سے شیخ علی بن ادریس یعقوبی نے اور ان سے ان کے شیخ قطب یگانہ و غوث زمانہ شیخ عبد القادر جیلی بغدادی یعنی حضور غوث اعظم رحمۃاللہ علیہ نے روایت کیا ہے، فرمایا کہ اس محفل کرامت میں میں بھی موجود تھا جس میں اللہ تعالی

نے نبی کریم ﷺ کی دست بوسی کے ذریعہ شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت و بزرگی کا اظہار کیا یعقوبی کہتے ہیں میں نے اپنے شیخ حضرت جیلانی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: حضور حاضرین کو اس کرامت و بزرگی سے حسد نہیں ہوا تو یہ سوال سن کر حضرت غوث صمدانی رونے لگے اور جواب دیا اے ابن ادریس اس پر تو ملأ اعلی (فرشتوں) نے بھی رشک کیا ہے۔

اب بھی وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے ہے:

ایک اور طریقے سے مجھ سے امام قوصی نے بیان کیا ہے ان سے شیخ قطب الدین خزانچی نے ان سے شیخ رکن الدین سنجاری نے ان سے ان کے شیخ عدی بن مسافر نے اور ان کے خادم شیخ علی بن موھوب نے بیان کیا ہے دونوں فرماتے ہیں کہ:

حج والے سال ہم مسجد نبوی میں تھے تو دیکھا کہ شیخ احمد بن رفاعی، حجرۂ طیبہ کی طرف رخ کرکے کھڑے ہیں اور کچھ عرض کر رہے ہیں جسے بہت سے حضرات نے یاد رکھا اور نقل کیا ہے اور جیسے ہی آپ کی گفتگو ختم ہوئی فوراً اللہ کے رسول ﷺ کا دست مبارک قبر شریف سے باہر نکلا اور شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا بوسہ دیا۔ ہم جملہ حاضرین کے ساتھ اس (روح پرور اور ایمان افروز منظر کو دیکھ رہے تھے (شیخ عدی کے خادم) ابن موھوب کہتے ہیں کہ: خدا کی قسم! گویا اب بھی وہ نظارہ میرے سامنے ہے جب سفید گورا معتدل ہاتھ قبر

مبارک سے باہر نکلا جس کی انگلیاں خوب لمبی لمبی تھیں گویا بجلی چمک رہی ہو حرم واہل حرم گویا سبھی رقص کناں ہوں۔

لوگ سلطان محمدی اور جلال احمدی ﷺ سے اس قدر مرعوب ولرزاں و ترساں تھے اور (اس معجزۂ گرامی) سے اس طرح حیرت زدہ تھے گویا قیامت آنے والی ہو لوگ حیرت و دہشت میں بے قرار و بے اختیار اٹھ بیٹھ رہے تھے کبھی اللہ کی تکبیر و بڑائی بولتے تو کبھی حضور اکرم ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیجتے۔

یہ بات معروف ہے کہ حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ منقبت مسلمانوں کے درمیان درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہے اس کی سندیں عالی اور بلند مرتبہ ہیں اور اس کی روایتیں صحیح ہیں تمام راویوں کا اس کی صحت و صداقت پر اتفاق ہے اور اس کا انکار منافقت کی نشانیوں میں سے ہے۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ کیا اس فضل و منقبت کے سبب سید احمد (رفاعی) رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے زائرین صحابہ کے زمرے میں داخل ہو گئے؟ کیونکہ ان حضرات کو نبی کریم س کی رویت حاصل ہوئی ہے۔

جواب: ہمارے اساتذہ کے موقف کے مطابق زمرۂ صحابیت میں ان کا دخول محل نظر ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ لوگ داخل نہیں ہیں۔ یہی رائے امام سنجاوی وغیرہ کی ہے کیونکہ صحابیت کا ثبوت حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری دنیوی حیات سے متعلق ہے اور یہ حیات اخروی ہے دنیوی نہیں ہے اور دنیا کے احکام بھی اس سے متعلق نہیں ہیں۔ یہ واقعہ بھی ثابت شدہ ہے کہ

جب سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ حج فرمایا اور اسی سال میں ان کا وصال بھی ہوا تھا تو انہوں نے روضہ مبارک علی ساکنھا افضل الصلاۃ و السلام کے سامنے کھڑے ہو کر انتہائی عاجزی و خاکساری سے عرض کیا:

ان قيل زرتم بما رجعتم

يا اكرم الرسل ما نقول

ترجمہ: ''اگر کہا گیا کہ تم نے زیارت کی تو کیا لے کر لوٹے؟ تو اے بزرگ ترین رسول ﷺ ہم کیا جواب دیں گے؟؟

تو قبر انور سے ایک آواز آئی جسے مسجد میں موجود ہر شخص نے سنا۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیوں کہ حبیب خدا ﷺ سے ہر ایک کو اس کی زبان میں مخاطب کرتے تھے جب حمیری نے پوچھا:

''هل من أمير صيام في امسفر''

تو آپ ﷺ نے بھی حمیری لہجے میں جواب دیا اور لام تعریف کی جگہ میم استعمال فرمایا تھا اور یہ مشہور و معروف بات ہے سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ ﷺ کا جواب اسی قبیل سے تھا۔

امام سیوطی کا عقیدہ:

میں (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) اللہ تعالی کے لیے جس بات کو مانتا ہوں اور جس پر عقیدہ رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ سید احمد ابن رفاعی فاطمی حسینی رضی اللہ عنہ معرفت الہی میں پائیدار پہاڑ کی مانند تھے۔ عظیم ترین سردار تھے بہت بڑے ولی تھے اور سنت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بے کنار تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ اولیاء اللہ اور گروہ صوفیا کے ایسے مستند سردار تھے جن کی ذات پر طریقت کا خاتمہ ہو جاتا ہے جن کی عظمت پر علماء و اولیاء کا اجماع واقع ہے ان کے تمام معاصر اولیاء نے ان کی سربراہی اور ان کے تقدم کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کے زمانے کے اکابر مشائخ نے آپ کے پرچم رشد و ہدایت کے لیے راہ سلوک طے کیا ہے۔

آپ نبی کریم ﷺ کی سنت پر پختگی کے ساتھ کاربند اور ان کی اتباع میں خوب راسخ قدم تھے آپ ﷺ کی ذات پر تواضع اور حسن اخلاق کا خاتمہ ہو گیا۔ اللہ تعالی حضرت سید احمد ابن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم روحانی امداد سے اور حال و قال سے مستفیض فرمائے اور ہمیں ان کے اور ان کے ولی دوستوں کے زمرے میں اور اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے لواء کے سائے میں رکھے۔

وسلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین

شرم وحیااور ہمارا معاشرہ

از : محمد حسان رضا اعینی

متعلم جامعہ تحسینیہ ضیاء العلوم بریلی شریف

مدیر اعلی مجلہ افکار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانی معاشرت کی بقا کے لیے شرم وحیا کا ہونا بہت ضروری ہے حیا زیور انسانیت ہے۔ حیا کے دستور کو ترک کر کے بہت سے افراد انسانی حدود کو پامال کر کے جانوروں کی فہرست میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر حیا نہیں ہو گی تو انسان وہ سب کر گزرے گا جو ایک انسان سے امید نہیں کی جاسکتی ہے حیا کے مفہوم سے آج بھی اکثر لوگ ناآشنا ہیں آیئے جانتے ہیں کہ حیا کسے کہتے ہیں :

"حیا وہ وصف ہے جو ان چیزوں سے روک دے جو اللہ تعالی اور مخلوق کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں"۔

اب ہمیں دیکھنا ہو گا کہ وہ کون کون سے کام ہیں جس کے کرنے سے اللہ تعالی نے ہمیں منع فرمایاہےاور وہ کون کون سے کام ہیں جو مخلوق کے نزدیک معیوب ہیں اس کے بعد اگر آپ ان کاموں کو کرنے سے رکتے ہیں تو کہا جائے گا کہ آپ باحیاہیں اور اگر ان سے نہیں رکتے تو آپ معاشرے میں بے حیا کہلائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے حیا یہ ہے کہ اس کی ہیبت و جلال اور اسکا خوف دل میں بٹھائےاور ہر اس کام سے بچے جس سے اس کی ناراضگی کا اندیشہ ہو۔

ہر انسان کے پاس ایک دل ہے کوئی بھی ایسا کام جس کے کرنے سے دل میں عجیب سی خوف کی کیفیت پیدا ہو دل یہ چاہے کہ یہ کام نہ کیا جائے تو ضرور وہ کام غلط ہے تو اگر انسان اپنے دل کی طرف بھی غور و فکر کرے تو بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

شرم وحیا کا حق کیسے ادا ہو؟:

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی سے یوں حیا کرو جیسا کہ حیا کا حق ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ بیشک ہم اللہ تعالی سے حیا کرتے ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لیے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے،، لیکن اللہ تعالی سے حیا کا

حق یہ ہے کہ تم سر کی اور اس میں موجود چیزوں کی اور پیٹ کی اور اس کے ارد گرد کی اشیا کی حفاظت کرو! اور موت کو اور قبر میں گلنے سڑنے کو یاد رکھو! اور جو آخرت کا ارادہ رکھتا ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کردے۔ پس جس نے ایسا کرلیا پس بلاشبہ اس نے اللہ تعالی سے حیا کرنے کا حق ادا کردیا۔

(سنن الترمذی ، ابواب صفة القيمة، باب ،برقم : ۲۴۵۸، ۶۳۷/۴)

ہمارا معاشرہ:

جب ہم معاشرے کی طرف نظر کرتے ہیں تو دل غمگیں ہو جاتا ہے بچے سے لے کر بوڑھے تک تمام کے تمام بے حیائی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں بچے والدین کی تربیت نہ ملنے کی وجہ سے سے اخلاق حسنہ سے کوسوں دور نظر آرہے ہیں ان کی زبانوں پر گالی گلوچ، رذیل باتیں گردش کررہی ہیں جن بچوں کی تربیت کے تعلق سے حدیث میں آتا ہے "کہ جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کے لئے مارو اور ان کے بستر اپنے سے الگ کردو۔

اللہ اکبر! حیا کی کیسی حسین تعلیم اس حدیث پاک سے ملتی ہے کہ جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر اپنے بستر سے الگ کردو بتاؤ جب یہ چیز عمل میں لائی جائے گی تو پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے گا کہ نہیں آئے گا؟

مگر افسوس کچھ ایسے واقعات سننے کو ملے جس سے کلیجہ منہ کو آتا ہے ماؤں کی بیٹوں سے محبت جب تک ک اسلامی حدود کو پامال نہ کرے تب تک تو درست ہے لیکن اگر یہی محبت شرعی حدود کو پار کر کے کچھ اور بن جائے تو یہی اخلاقی رشتوں کا خون اور بے حیائی کا سرچشمہ ہے اسلئے والدین کو چاہئے کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے بستر ان کی عمر دس سال ہونے پر الگ الگ کردیں تاکہ گھر کے اندر بھی حیا پیدا ہو سکے اور خونی رشتوں کا پاس ولحاظ رکھا جا سکے۔

اپنی اولاد کو نصیحت:

والدین کو چاہیے کہ اپنے بیٹے اور بیٹیوں کو وقتاً فوقتاً نصیحت کرتے رہیں خاص طور سے اپنی بیٹیوں کو پردے کی تعلیم ضرور دینا چاہیے بیٹی کو اس کی ماں کا کردار زیادہ متاثر کرتا ہے ماں جس کردار کی حامل ہوگی بیٹی بھی اس کو دیکھ کر زندگی گزارے گی۔اس لیے ماں کا با کردار ہونا بہت ضروری ہے۔

گھر میں غیر محرم لڑکوں کا آنا جانا بالکل بند ہونا چاہیے۔یاد رکھیں! کسی لڑکی کے لئے اس کے والدین اور اس کے سگے بھائی۔بہن کے علاوہ کوئی دوست نہیں، چاہے کوئی کتنا ہی ہمدرد کیوں نہ ہو۔اس لیے کبھی برتھ ڈے پارٹی کے نام پر کبھی اور کسی بہانے دوستوں کا گھر میں آنا جانا اخلاقی اعتبار سے بھی برا ہے اور پرائویسی کے اعتبار سے بھی،اور اب اس میں مسلم و غیر مسلم کا

تمیز بھی ختم ہو چکا ضرورت کی بنا پر گھر کے باہر ہی سے کسی کام کو انجام دیا جائے اور کسی بھی لڑکی کے والدین اور اس کے بھائی اس کے کاموں میں معاون بنیں۔ آپ کی لاپرواہی آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے اس لیے والدین اپنی بیٹیوں کے معاون بنیں اور بھائی اپنی بہنوں کے معاون بنیں اور خود بھی باحیا معاشرہ تشکیل دینے میں مدد کریں اور اپنی اولاد کو نصیحت کرتے رہیں۔

فیس بک انسٹاگرام اور واٹس اپ پر دوستی:

والدین اس طرف بھی اپنی نظر مرکوز کریں اکثر ماں باپ سوشل میڈیا سے ناآشنا ہیں اور ان کی اولاد گھر میں بیٹھ کر ہی بے حیائی کرتی رہتی ہے اور انہیں اسکا شعور بھی نہیں ہوتا۔ آپ کی بیٹی کہاں کس سے بات کر رہی ہے آپ اس سے بالکل بالکل بھولے بیٹھے ہیں کبھی کلاس میٹ کے نام پر کبھی کوچنگ فرینڈ کے نام پر کبھی نوٹس کے بہانے کتنی لڑکیاں کسی بھی غیر محرم لڑکے کو اپنا موبائل نمبر وغیرہ دے دیتی ہیں اور اس میں بعض اوقات غیر مسلم لڑکے بھی ہوتے ہیں جن سے دوستی ہو جاتی ہے اور ماجرا بڑھتے بڑھتے فوٹو شیئرنگ تک پہنچتا ہے ادھر حیا کا جنازہ نکل رہا ہوتا ہے ادھر ماں باپ غفلت کی چادر تانے سو رہے ہوتے ہیں۔

عزت نفس مجروح ہو رہا ہے اور دیوسیت کی چادر تان لوگ آرام سے سو رہے ہیں بے حیائی کو ماڈرنزم کا نام دے کر خوشی کا اظہار کیا جارہا ہے اللہ اس قوم کو ہدایت دے اللہ اس کو آنے والے فتنوں سے آشنا کردے اللہ اس کو اپنی بہن بیٹیوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرما۔

عورت کا پردہ:

عورتوں کا آج کل کا پردہ ایسا ہے کہ اس پردے کو بھی ایک پردے کی ضرورت ہے۔اصل میں ہم پردہ کا بھی مقصد نہیں سمجھ پائے پردہ کا مطلب یہ نہیں کہ ایک کالے چست لباس سے اپنے آپ کو لپیٹ لیا جائے اور پھر اپنے آپ کو باحیا سمجھا جائے بلکہ پردہ کا مطلب ہے "بدن کو چھپانا" جس سے عورت کے جسم کی ساخت لوگوں سے پوشیدہ رہے، لوگوں کو عورت کا موٹاپن دبلاپن پتہ نہ چلے چاہے چھپانے کے لئے ایک چادر ہی کیوں نہ ہو جس سے جسم کو صحیح طریقے سے چھپایا جاسکے۔وہ عورتیں جو چست اور بھڑکیلے پردے زیب تن کر کے اپنے آپ کو باحیااور پردہ والی سمجھ رہی ہیں وہ بہت بڑی غلط فہمی میں ہے۔ایسا پردہ کرنا بے حیائی کو بڑھاوا دینے کے مترادف ہے اور یہ عمل بھی بے حیائی کے گناہ میں داخل ہے۔

ایک کڑوی حقیقت:

آج کل کے کچھ واقعات سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کے اکثر عورتیں پردہ اسلئے کرتی ہیں تاکہ ان کے کپڑے جو کہ دکھانے کے قابل نہیں وہ لوگوں کی نگاہ سے چھپ سکیں حالانکہ اس میں

بھی کسی کی نیت درست ہو سکتی ہے لیکن کیا پردہ کرنے کا مقصد یہی تھا؟اور جب وہ خوبصورت کپڑے زیب تن کرتی ہیں اس وقت انہیں پردہ کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہوا کہ پردہ کرنے کا جو مقصد تھا وہ فوت ہو چکا یعنی بدن کو چھپانا اب مقصد نہیں رہا۔پردہ کا مقصد اب یہ رہ گیا کہ کپڑے اگر میلے کچیلے ہیں تو پردہ لگالو اور اگر کپڑے خوبصورت ہیں تو پردے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ پردہ کرنے سے کپڑوں کی خوبصورتی بھی تو لوگوں سے پوشیدہ ہو جائے گی اور پھر لوگ عورتوں کی تعریف کیونکر کریں گے یہ سب کیفیات عورتوں کے ذہنوں میں گردش کرتی ہیں۔ حالانکہ عورت کا زیب و زینت کرنا صرف اور صرف انکے اپنے شوہروں کے لئے ہونا چاہیے۔

باحیامعاشرہ کیسے بنے؟:

اس پر کچھ طریقہ کار ہم بیان کرتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ والدین اپنے بچوں کی تربیت دینی ماحول میں کریں شروع سے ہی اخلاق حسنہ کا درس دیا جائے اسکے لیے یہ بات بے حد ضروری ہے کہ خود والدین بھی باکردار ہوں اچھے اخلاق کے حامل ہوں کیونکہ بچہ دیکھر زیادہ سیکھتا ہے اور والدین کا کردار اولاد کو متاثر کرتا ہے۔

۲۔ماں کی گود اولاد کے لئے پہلی درسگاہ ہے اس لیے ماں کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو اچھی باتیں سکھائے فالتو باتوں سے گریز کرے۔اکثر لڑکیوں کے راہ سے بھٹکنے کی وجہ انکی مائیں ہوتی ہیں۔

۳۔ٹی وی ڈرامے، سیریلز بچوں کے لیے زہر قاتل ہیں اس میں بے حیائی کے علاوہ کوئی تعلیم نہیں دی جاتی ہے۔اس کی جگہ پر بچوں کو اسلامیات سے متعلق مواد دیکھنے کو دیا جاسکتا ہے جس میں دعا، نماز، کلمہ وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے۔

٤ ۔قرآن مجید اور سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لازمی پڑھایا جائے۔

٥۔بچوں کو اگر موبائل دیا جائے تو اس موبات میں کچھ پروٹیکشن ایپس بھی ڈاؤن لوڈ کر دی جائیں جس سے وہ بچہ جنسی انارکی سے محفوظ رہ سکے۔اور وہ یوٹیوب جو صرف بچوں کے لیے خاص طور سے تیار کیا گیا ہے اس میں انسٹال کیا جائے ۔

٦۔ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دیا جائے اور لڑکیوں کو نماز کے ساتھ ساتھ حجاب کی عادت ڈلوائی جائے تاکہ ان کے ضمیر میں یہ چیز ابھی سے شامل ہو جائے۔

۷۔جب بچہ دس سال کا ہو جائے تو ان کے بستر الگ کر دیئے جائیں اور انہیں رشتوں کا لحاظ اور محرم اور غیر محرم میں فرق بتایا جائے۔

۸۔سات سال سے چودہ سال تک اولاد کو غلام بنا کرر کھا جائے اس میں انہیں بقدر ضرورت ضرب بھی دی جاسکتی ہے تاکہ انکی تعمیر اچھے سے ہو سکے۔

۹۔چودہ سال سے اکیس سال تک انہیں اپنا دوست بنایا جائے تاکہ وہ اپنی پریشانیاں کسی غیر کے بجائے آپ سے شیئر کر سکیں۔اس عمر میں لڑکوں اور لڑکیوں کا غلط راہ اختیار کرنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے اس کا ایک سبب والدین کا ان سے کمزور تعلق بھی ہے۔ والدین اپنی زندگی میں مصروف رہتے ہیں اولاد کی طرف نظر نہیں کرتے اور اس کا نتیجہ شرمناک ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو اپنا دوست بنایا جائے تاکہ وہ بھٹکنے سے بچ سکے۔

۱۰۔اگر آپ اس عمر تک اچھی تربیت کر دیتے ہیں تو ان شاءاللہ آپ کی اولاد ضرور ضرور با ضرور حیا کا پیکر بن جائے گی۔اس کے بعد اپنی اولاد کا نکاح کر کے اپنے حقوق کو پورا کریں۔

ان شاءاللہ اس طریق کار پر عمل کریں گے تو باحیا معاشرہ تشکیل پائے گا اور آگے آنے والی نسلیں بھی باحیا رہیں گی۔ضرورت ہے زندگی کو تبدیل کرنے کی اور مغربی تہذیب کا بھوت سر سے اتار کر شریعت اسلامی کی سایہ میں زندگی بسر کرنے کی۔

اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو باحیا مسلمان بنائے اللہ تعالی ہمارا حامی و ناصر ہو۔

سیرتِ نبوی ﷺ ایک فلاحی راستہ

از: سبطین رضا محشر مصباحی

اسلامک ریسرچ اسکالر

کشن گنج بہار

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا موضوع ہے جو سدا بہار و تروتازہ ہے جس کی حلاوت و تروتازگی کبھی کم نہیں اس موضوع کا مطالعہ اور اس سے عملی وابستگی امت مسلمہ کے لیے فلاح کا راستہ ہے، لغوی طور پر لفظِ "سیرت" سار یسیر سے ماخُوذ ہے جس کا معنی چلنے کے ہیں اسی سے "سیرت" ہے جس کا معنٰی طور و طریق ہے عام طور پر سیرتِ نبوی سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام حالات و واقعات، شمائل و عادات، سرایا و غزوات اور اقوال وافعال مراد ہیں۔

محسنِ انسانیت حضورِ اکرم کی حیاتِ طیبہ، خیر خواہی فوز و فلاح کا ضامن ہے ارشاد باری ہے:

"وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ"

یعنی نبی کریم کی حیاتِ طیبہ امت مسلمہ کے لیے بہترین اسوہ اور نمونہ ہے اس آیت مبارکہ کے ذریعے تمام انسانوں کے حق میں پیغام یہ ہے نبی کریم کی ذات طیبہ اور سیرت قابل تقلید نمونہ، انسان سازی اور شخصیت و کردار کی تشکیل کے لئے ایک بہترین رول ماڈل ہے، کوشش ہے سیرتِ نبوی کی روشنی میں حضورِ اکرم کی شخصیت کے گوناگوں حیثیت کو بیان کرکے اس سے ملنے والے عملی اسباق کو پیش کیا جاے موجودہ حالات کی تناظر میں امت مسلمہ کے لیے صحیح رہنمائی ثابت ہو۔

غور کیا جائیں تو سیرتِ نبوی امت مسلمہ کا قیمتی سرمایہ ہے ساتھ ہی ساتھ ایک دستورِ حیات ہے ایک ایسی کامیاب طرزِ زندگی جس کے ذریعے انسان اپنی دنیا و آخرت دونوں سنوار سکتا ہے اپنے نقل و حرکت، قلب و ضمیر، نظر و فکر، صورت و کردار کی تصحیح کر سکتا ہے اسی کے ذریعے فلاح کا راستہ ڈھونڈ سکتا ہے مثلاتاجر کے لیے تجارت کا، قائد کے لیے قیادت کا، استاد ہو تو معلمی کا، شوہر ہو تو کامیاب شوہر کا، مربی ہو تو بہترین تربیت کا، والد ہو تو اچھے والد کا، حکمراں ہو تو عادل حکمراں کا غرض کہ زندگی کے ہر شعبے ہر انسانی طبقے کے لیے رسول اکرم کی ذات میں نمونہ ہے۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت تاجر:

ایک شخص اگر زندگی میں تجارت کے شعبے سے جڑا ہوا ہے اس کے لیے حضورِ اکرم کی سیرتِ طیبہ مکمل نمونۂ عمل ہے جس کے ذریعے کوئی بھی شخص اپنی تجارت کو ایک کامیاب تجارت

بنا سکتا ہے۔ چناں چہ اعلانِ نبوت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے عرصے تک تجارت کرتے رہے تاریخ شاہد ہے حضورِ اکرم سے زیادہ کوئی دیانت دار تاجر نہ تھا تجارتی اسفار میں صدق ودیانت کی وجہ سے اتنے زیادہ مشہور ہو چکے تھے کہ اہلِ عرب صادق وامین کہہ کر پکارتے خود حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنھا کے غلام میسرہ نے نبی کریم کے حسنِ معاملت اور صداقت و دیانت کی چشم دید داستان سنائی جس کا نتیجہ حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ سے نکاح کی خواہش مند ہوئیں۔

فرمانِ نبی ﷺ ہے:

"التاجر الصدوق الامين مع النبيين، والصديقين والشهداء"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا“۔

(ترمذی شریف، کتاب البیوع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا جَاءَ فِي التُّجَّارِ وَتَسْمِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُمْ، حدیث نمبر: 1209)

سیرتِ نبوی کے تجارتی پہلو سے ایک تاجر کے لیے درس یہ ہے اپنے تجارتی معاملات میں ہمیشہ سچائی اور دیانت داری کو ملحوظ رکھے مذکورہ حدیث میں دو باتیں اہم ہیں ایک تاجر گفتگو میں سچا ہو دوسرا مال کے معاملہ میں دیانت دار ہو یعنی بات طے کرتے وقت جھوٹ نہ بولے اور فروخت کرتے وقت مال میں گڑھ بڑھ نہ کرے یہی دو باتیں ایک کامیاب تجارت کی بنیاد ہیں۔

نبی کریم ﷺ بحیثیتِ والد:

بچوں کے والدین کی بڑی تعداد اس بات کی شدید خواہش رکھتی ہے کہ اپنے اولاد کے ساتھ تعلقات و معاملات کیسے بہتر ہو انسانی زندگی کے اس شعبہ کے لیے نبی کریم کی سیرتِ طیبہ بہترین نمونہ ہے۔

بحیثیتِ والد نبی کریم کا اپنے بیٹوں سے محبت، اپنی بیٹیوں اور بیٹیوں کی اولاد سے غیر معمولی پیار، اور اپنے نواسوں سے عاطفت والفت حد درجہ تھی۔

چنانچہ حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"ما رأيتُ أحدا كان أرحم بالعِيال من رسول الله صلى الله عليه وسلم»، قال: «كان إبراهيم مُسْتَرضَعًا له في عَوَالي المدينة، فكان ينطلق ونحن معه، فيدخل البيت وإنه ليُدَخَّن، وكان ظِئْره قَيْنًا، فيأخذه فيُقبِّله، ثم يرجع"

کہ اپنی اولاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو شفیق نہ دیکھا اور حضرتِ ابراہیم رضی اللہ عنہ [حضور کے بیٹے] مدینہ کی بالائی بستی میں دودھ پیتے تھے آپ وہاں تشریف لے جاتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے آپ وہاں اس حال میں تشریف لے جاتے کہ وہاں دھواں ہوتا کہ اس دایہ کا خاوند لوہار تھا آپ اپنے بیٹے کو بوسہ دیتے اور پھر لوٹ آتے۔

(صحیح مسلم شریف، رقم حدیث:5906)

پتا چلا حضور علیہ السلام اپنے بیٹوں سے شدید محبت فرماتے تھے۔

اتنا ہی نہیں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹوں سے حسنِ استقبال کرتے اور ان کو قریب بٹھاتے۔ جیساکہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"اجتمع نساء النبی صلی الله علیه و سلم فَلَمْ يُغَادِرْ مِنْهُنَّ امرأةٌ فَجاءتْ فَاطِمَةُ رضی الله عنها تَمْشِي كان مِشْيَتُهَا مِشْيَة رَسُولِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم شَيْئًا۔ فَقَالَ: ''مَرْحَبًا بِابْنَتِي۔'' ثُمَّ فأَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ"

کہ نبیِ کریم کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی باقی نہیں تھی اتنے میں حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں جن کی چال رسول اللہ کے چلنے کے مشابہ تھی آپ نے فرمایا: مرحبا(خوش آمدید)میری بیٹی' پھر ان کو دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔

(صحیح مسلم شریف، رقم حدیث:1015)

معلوم ہوا نبی کریم اپنی بیٹیوں سے انتہائی محبت فرماتے تھے۔

نواسوں سے اتنی محبت اور قلبی لگاؤ جب بھی ان سے ملنے یا ملاقات کے لیے جاتے تو ان کو بہت پیار دیتے ان کے لیے دعائیں کرتے۔ حضرتِ ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِ کریم نے فرمایا:

"مَن أحبَّ الحسن والحُسين فقد أحبَّني"

کہ جو شخص حسن و حسین سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، جلد:1، رقم حدیث:143)

بحیثیتِ والد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے والدین کے لیے درس ہے اپنی اولاد بیٹوں، بیٹیوں، اور نواسوں سے ہمیشہ پیار و محبت سے پیش آئے اور ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھیں۔

نبی کریم بحیثیتِ شوہر:

اپنی بیوی اور اولاد کے ساتھ محبت، نرمی کا برتاؤ، والدین کی خدمت، اور حقوق کی ادائیگی کرنے کو کامیاب شوہر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نبی کریم اس اعتبار سے بھی مثالی ہے نبی کریم کی زندگی بحیثیتِ شوہر قابل تقلید اور رول ماڈل ہے۔ نبی کریم کی ازدواجی زندگی انتہائی شان دار تھی نبی کریم ازواجِ مطہرات سے حد درجہ محبت فرماتے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ان کی دلجوئی اور خوش طبعی فرماتے ان کے ساتھ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔

آئے دن مرد حضرات اپنی بیوی پر عام سی بات پر ہاتھ اٹھا دیتے ہیں بیوی سے غلطی کبھی سرزد ہو جانے پر بیوی کو مارتے ہے پیٹتے ہے۔ نبیِ اکرم کی ازدواجی زندگی ایسے لوگوں کے لیے نمونۂ عمل ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کثیر الزوجات تھے مگر پوری زندگی میں کبھی کسی پر ہاتھ اٹھانے کی ضرورت تو دور نوبت بھی نہ پیش آئی۔ چناں چہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں

"ما ضَرَبَ رَسولُ اللهِ صَلَّى اللّهُ عليه وسلَّمَ شيئًا قَطُّ بيَدِهِ، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا خَادِمًا"

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا۔ نہ کسی عورت کو، نہ کسی خادم کو۔

(صحیح مسلم شریف، رقم حدیث:5929)

حضورِ اکرم اپنی بیویوں سے کس طرح محبت فرماتے کہ حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا

"فضل عائشة على النساء كفضل الثريد علىٰ سائر الطعام"

کہ حضرتِ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح تمام کھانوں سے ثرید افضل ہے۔

(صحیح بخاری شریف، رقم حدیث:3770)

یہ ہے اپنی بیوی سے محبت۔

آئے دن طلاق کی تعداد میں بے تحاشا اضافہ ہو رہا ہے جس کی بنیادی وجہ اپنے بیوی کو مارنا پیٹنا اور قابوں سے باہر ہو کر طلاق دینا ہے مگر نبی اکرم کی ازدواجی زندگی میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ کسی جھگڑے کی بنا پر کسی بیوی کو طلاق دی ہو۔ ایک اور بات جو معاشرے میں رائج ہے کہ گھر کے کام کاج کی ذمہ داری بیوی کی ہے جب کہ ایسا ہر گز نہیں۔ بحیثیتِ شوہر نبی کریم گھر کا کام

خود کرتے اپنے کپڑوں پر خود پیوند لگاتے اور گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے جیسا کہ حدیث پاک ہے

"كان يكون في مهنة أهله.."تعنى فى خدمة أهله"

کہ حضورِ علیہ السلام اپنے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔

(صحیح بخاری شریف، رقم حدیث:676، جلد:1)

بحیثیتِ شوہر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کو مشعلِ راہ بنایا جاے تو ایک مرد کامیاب شوہر بن سکتا ہے کہ وہ بیوی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ احکام کو پورا کرنے والا ہو، اپنی بیوی سے محبت کرنے والا ہو اس کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے والا ہو، گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتا ہو، بیوی سے غلطی ہو جانے پر معاف کرنے والا ہو۔

نبیِ کریم بحیثیتِ مربّی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ہمہ جہت پہلوؤں کو شامل ہے اسی طرح نبیِ کریم کی زندگی بحیثیت ایک مربی نمونۂ عمل ہے نبیِ کریم کی تربیت ہی کا نتیجہ کہ ریگ زار عرب میں انقلاب برپا ہوا اور آپ کے صحابہ صدق و صفا جود و سخا کے منازل پر فائز ہوے جس کی شروعات دارِ ارقم میں کی گئی تھی نیز ہر پیغمبر کی ذمہ داری اپنی امت کی اصلاح و تربیت تھی البتہ طریقۂ تربیت الگ تھا جیسے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے روح کے تزکیہ و تربیت کے لیے عملاً

درسِ توحید دیا حضرتِ عیسی علیہ السلام نے مختلف امراضِ انسانی کا علاج کر کے اپنے ماننے والوں کی اصلاح فرمائی۔

نبیِ کریم کی طریقۂ تربیت قرآن میں اس طرح ہے:

هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۙ

کہ وہی اللہ ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا ایک کہ ان پر اس قرآن کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کُھلی گمراہی میں تھے۔

مذکورہ آیت میں چار ایسی باتیں ہیں جس کا تعلق تربیت و تزکیے سے ہے پہلی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اولا قرآن کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں دوسری بات انھیں آیات سے قلوب و اذہان کا تزکیہ و تصفیہ فرماتے ہیں تیسری بات قرآن کی تعلیم دیتے ہیں اور چوتھی بات حکمت کی باتیں کرتے ہیں۔تو طریقۂ فرد کی تربیت یہ ہے کہ بھٹکے ہوے لوگوں کو قرآن کی آیت (جس میں خدا کا حکم ہے) پڑھ کر سنانا ہے پھر اصلاحِ قلب کر کے حکمت کے ذریعے تلاشِ حق کا شوق پیدا کرنا ہے۔ یہ چاروں باتیں ایک مربی کے لیے بہت اہم ہے،ایک مربی تربیت کی ابتدا اسی طریقۂ کار سے کرے مثالوں سے اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شراب کا عادی ہے یا نماز کا پابند نہیں اس کو بیک وقت شراب کی حرمت یا نماز نہ پڑھنے پر عذابوں کا تذکرہ نہ کیا

جائے بلکہ اولا شراب پینے کے نقصانات بتائیں جائیں تاکہ صحیح اور غلط میں فرق ہو جائے پھر اسلام کا کیا حکم ہے شُرب خمر پر وہ ذکر کیا جائے اخیر میں حکمت کے ساتھ شراب کی حرمت نصوص کا تذکرہ کرے۔

یہی طریقۂ کار نماز کے پابند نہ ہونے پر اپنایا جائیں اسی طریقۂ کار کے ذریعے نبی کریم نے نبوت کے اوائل ایام میں اپنے صحابہ کی تربیت فرمائی اور اسلام کا بول بالا ہوا پتا چلا نبیِ کریم کی ذات میں ایک کامل مربی کا نمونہ ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ تمام شعبہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے بارے میں آپ کی سیرتِ طیبہ سے رہنمائی نہ ملتی ہو حضورِ اکرم کی سیرت پوری کائنات میں آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے ضرورت ہے تو بس عملی میدان میں آنے کی۔

موجودہ وقت میں مسلمانوں کی خاموشی مستقبل کے لیے نقصان دہ

از: جاوید رضا مرکزی

صدر انڈین ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ

بریلی شریف

وہ بھی چپ ہے تو میں بھی چپ ہوں

ہمارے معاشرے کی پراسرار خاموشی آنے والی نسلوں کے لیے ایک ایسی خاموشی ہے جو کسی بڑے طوفان کی آمد سے پہلے ہوتی ہے ایک طویل عرصے سے طبقہ خاص کو نشانہ بنایا جارہا ہے کبھی کوئی قانون بنتا ہے جو نوجوانوں کی زندگیاں برباد کردیتا ہے۔ ہر پارٹی جو اقتدار میں آتی ہے تو کچھ نہ کچھ نیا کارنامہ انجام دیتی ہے مگر اس کی مخالف میں بیٹھی پارٹی بس رسمی طور پر بیان درج کراکر اپنا فرض پورا کردیتی ہے مگر مستقل طور پر آواز اٹھانے والے مفقود نظر آتے ہیں بلکہ حال تو یہ ہے کہ جو قوم کے نام پر ہی اپنے آپ کو چمکاتے ہیں ان کی آوازیں بھی کان سننے کو ترستے ہی رہتے ہیں۔

کیا اپوزیشن؟

کیا میڈیا؟

کیا ادارے؟

کیا عدلیہ؟

اور کیا انسانی حقوق کی محافظ تنظیمیں؟

سب کی کار گزاریوں پر سوالیہ نشان لگا ہوا ہے! سب ایک ہی راہ پر گامزن ہیں۔ ہر ایک مال و اقتدار کا طلبگار ہے۔

کون آواز اٹھائے؟ کون لوگوں کو ظلم کے خلاف منظم کرے؟ کون ظالمانہ کاروائیوں کے خلاف سینہ سپر ہو؟

غیروں کا کیا رونا اپنوں میں بھی یہ حال ہے کہ جو معاشرے کی زبان ہو سکتے ہیں وہ بھی مصلحت کے شکار نظر آتے ہیں۔ پہلے تو بہت سارے کام پردے کے پیچھے ہوتے تھے مگر اب تو حد ہو گئی ہر چیز کھلے عام ہو رہی ہے۔ دینی شعار پر پابندی عائد کرنے کی بات ہو یا مسلمانوں کے قتل عام کی بات ہو، مسلم خواتین کی عصمت دری جیسی انسانی سوچ سے گری باتیں سب بر سر عام ہو رہی ہیں۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ زمانہ قریب میں منظم طور پر نہ جانے کتنے مسلمانوں کو سر راہ قتل کر دیا گیا مگر ہوا کیا جو قتل ہوا وہی مجرم ٹھہرا اس لئے کہ صاحب

اقتدار ہمہ وقت انکی اعانت کو تیار اور ان مجرموں کی مدد اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں اسی لئے کہیں انکا ہار پھولوں سے استقبال ہوتا ہے تو کہیں کوئی منصب دے کر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

کھلے عام مسلمانوں کا نر سنہار کرنے کے لئے مجلسیں منعقد کی جارہی ہیں لوگوں سے عہد و پیمان لیے جارہے ہیں یہ سب سامنے ہو رہا ہے مگر افسوس سب خاموش ہیں نہ کوئی حرکت نہ کوئی بات بس دیکھ کر سب خاموش ہیں آخر کس چیز کا انتظار ہے؟

وہ کون سی مدد ہے جو آنے والی ہے؟

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا:

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

یاد رکھیں جو قوم ظلم کے خلاف آواز اٹھاتی ہے تو آنے والی نسلیں ظلم سے نجات پاتی ہیں۔ جب غلامی کے خلاف آوازیں بلند ہوتی ہیں تو آنے والی نسلیں آزادی کی فضا میں سانسیں لے پاتی ہیں ہندوستان کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب کالے لوگوں کے خلاف لوگوں کی ظلم و زیادتی بڑی تو لوگوں نے اپنے حقوق کے لئے آوازیں بلند کیں نتیجتاً انکو انکے حقوق ملے۔

آج ہر میدان میں مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا دور دورہ ہے مگر ہم خواب غفلت میں ہیں وہ میدان سیاست ہو،

یا میدان تعلیم چاہے کاروباری میدان ہو۔ گویا مسلمانوں کو ہر اس چھیتر میں مفلوج کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو زندگی کے لیے ضروری ہے۔اور سب سے اہم کے لوگوں کو مرتد بنانے کے لیئے نت نئے ہتھکنڈے اپنائے جارہے ہیں لوگوں کو اسلام سے منحرف کرنے کے لئے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہی سب چلتا رہا اور ہم خاموش تماشائی بنے رہے تو آنے والی نسلوں کے لیے حالات بد سے بدتر ہوں گے۔

زمانہ قریب میں دیکھا جائے تو کتنی مسلم خواتین غیروں کے دام فریب میں آکر اپنی عزت، زندگی اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ ہمارے پاس کوئی ایسا منصوبہ نہیں کہ ہم اس کا مقابلہ کر سکیں۔ قوم کے بااثر اور منصف مزاج لوگوں کو آگے آکر بولنا پڑے گا جو قوم خاموشی اختیار کر لیتی ہے اس پر ظلم بالاے ظلم ہی ہوتا ہے۔

کرنے کے کچھ اہم کام:

ہمارے معاشرے کے لئے اشد ضروری ہے کہ وقت رہتے کوشش کی جائے تو ہمارے لئے اور آنے والی نسلوں کو بڑی آفتوں سے بچایا جا سکتا ہے۔بے فائدہ بیانات کے خلاف بولنا ضروری ہے جس سے قوم کا فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہی ہوتا ہے بیان دینے والے بیان دیکر روپوش ہو جاتے ہیں اور خمیازہ قوم کو بھگتنا پڑتا ہے۔

تعلیمی نظام:

آج تعلیم کے نام پر وہ سب کروایا جارہا ہے جسکی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا مگر سب خاموش ہیں کوئی بولنے کو تیار نہیں تعلیم کے نام پر ناچ گانے کی محفلیں مسلمانوں کے اسکولوں میں بھی عام بات ہے مگر کون روکے کون بولے۔

اس کی روک تھام کے لئے ضروری ہے کہ ہر گاؤں، ہر قصبہ، ہر شہر میں اس طرح کے ادارے بنائے جائیں جہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ بچوں کو دینی تعلیم سے بھی آراستہ کیا جائے۔

آج جہیز اور، فضول خرچوں نے عام آدمی کی کمر توڑ کر رکھ دی مگر کوئی بولنے کو تیار نہیں بس رسمی طور پر تقریریں ہو جاتیں ہیں اسکے خلاف اگر منظم طور پر کوئی قدم نہیں اٹھایا تو اسکا جو اثر مسلم معاشرے پر ہو رہا ہے کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے ہر فرد دیکھ رہا ہے۔ نوجوانوں کو برائیوں کے گڑھے میں دھکیلنے کا ایک بڑا سبب شادیوں میں بڑے اخراجات بھی ہیں۔ تعلیم پر اسکا ایسا اثر ہوا کہ نوجوانوں کی ایک بڑی جماعت تعلیم سے محروم ہو گئی مگر ہم چپ ہیں۔

نہ جانے کتنوں کی زمینیں اسی جہیز کی نظر ہو گئیں اور نہ جانے کتنے سودی قرضوں میں دب کر رہے گئے۔ مگر ہم سب اسکو دیکھ کر بس خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

سیاسی طور پر دیکھا جائے تو ہم اتنے منتشر ہیں کے ہماری وقعت دن بہ دن گھٹتی جارہی ہے اور اس سب کا ذمہ دار خاص کر وہ طبقہ ہے جو ہمارے ہی درمیان رہ کر ہمارے ووٹوں کے ذریعہ

سے اپنی تجوریاں بھر رہا ہے۔ ہر گلی محلے میں نیتاؤ کی بھر مار ہے۔ مگر اکثریت لیڈروں کی نہیں بلکہ ڈیلروں کی ہے ۔ان سے قوم کو بچانا بھی مخلصین کی اہم ذمے داری ہے۔ یہ قوم کے سوداگر قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آنے والی نسلوں کو تاریک مستقبل میں دھکیل رہے ہیں۔ کاش ایسا ہو کے ہمارے قائدین کوئی مضبوط لائحہ عمل تیار کریں تاکہ قوم کا بھلا ہو سکے۔

الحاصل وقت کی اہم ضرورت ہے کہ قوم کے بکھرے شیرازے کو یکجا کر کے آنے والی نسلوں کی خاطر ایک آواز ہوا جائے۔

تعلیماتِ اولیاء کرام

از : محمد عادل رضا الماتریدی

متعلم جامعۃ الرضا بریلی شریف

اولیاء کی تعلیمات سے ہمیں بھائی چارگی، میل و محبت، امن و سکون کا درس ملتا ہے۔ اولیاء کرام کی تعلیمات اور سیرت و کردار اور اخلاق و گفتار ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اولیاء کرام کی کتابیں ہمارے لیے رشد و ہدایت کا چراغ ہیں لیکن افسوس ان کا مطالعہ نہ کرنے اور بروقت طباعت نہ ہونے کی وجہ سے ہم تک ان کی تعلیمات نہیں پہنچ پارہی ہیں جس کی وجہ سے محرومی ہے۔ اور ان کے آستانے بھی ہمارے لیے رشد و ہدایت کا چراغ ہیں لیکن افسوس ان کے آستانوں کو تجارت کا اڈا بنا رکھا ہے اور خلافِ شرع کام ہو رہے ہیں جن سے بچنا اور بچانا ضروری ہے۔ اور اولیاء کرام لوگوں کے دل اور باطن کو پاک کرتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ پر چلنے کی طرف بلاتے ہیں۔ ہماری سوچیں آخرت کی طرف نہیں ہیں بلکہ ہم دنیا کی طرف اور دنیا کمانے میں مائل ہیں۔ جبکہ اللہ کے ولی متقی پرہیزگار اور تقوی والے ہوتے ہیں اور ہر ولی عالم ضرور ہوتا ہے۔ یہ نفوسِ قدسیہ گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

علم حاصل کرنے کی طرف رغبت کرتے ہیں تاکہ ہمیں صحیح اور غلط کی معلومات حاصل ہو جائے۔ ہمارے پاس شریعت کا معیار ہے جس کے ذریعے ہم اللہ کے نیک بندوں اور اولیاء کرام کی پہچان کر سکتے ہیں۔ بناوٹی ڈھونگی لوگوں کو بآسانی پہچان سکتے ہیں۔ اولیاء کرام نے دین اسلام کی تبلیغ سے لاکھوں غیر مسلموں کو مسلمان کیا اور انہیں دین اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ اور یہ شریعت مطہرہ کے پابند اور اس پر کاربند رہتے ہیں۔ اور یہی ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اولیاء کبار و صغار سب کا یہی مقصد ہوتا ہے اللہ تعالی راضی ہو جائے۔ اور دینِ مصطفی ﷺ کی نشر و اشاعت کرنا مقصود ہوتا ہے۔

یوٹیوب کی کمائی کا شرعی حکم

از : تزکیر عطاری

ساکن : کشمیر

دورِ حاضر میں جس طرح ہر چیز میں ترقی نظر آتی ہے اسی طرح انٹرنیٹ کی دنیا نے بھی بہت عروج پالیا ہے۔یوٹیوب دنیا کا سب سے بڑا سوشل میڈیا پلیٹ فارم ہے اور اگر کہا جائے دنیا کی سب سے زیادہ ڈاون لوڈڈ ایپلیکیشن (Downloaded Application) جس کے دس بلین سے زائد ڈاؤنلوڈس ہیں۔پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یوٹیوب ہی کیوں ؟ دراصل یوٹیوب ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جو آپ کو آپ کی یوٹیوب چینل مونٹیز (Monitise) کرنے پر پیسے دیتی ہیں وہ کیوں ؟اور کیا یہ پیسہ حلال ہیں یا حرام ؟ چلیے دیکھتے ہیں۔

پہلی چیز تو یہ ہیں کہ آپ اپلوڈ کرتے کیا ہے ؟ مطلب جو آپ کا کنٹنت (content) ہے کیا اس میں کوئی غیر شرعی چیز تو نہیں ہے۔جیسے بے پردگی، میوزک، جھوٹ وغیرہ وغیرہ

پھر آتا ہے یوٹیوب سے پیسے کمانا جو کہ علماء اہل سنت کے نزدیک بالکل ناجائز و حرام ہے۔ کیونکہ یوٹیوب آپ کو اس چیز کے پیسے دے رہا ہوتا ہے جو وہ تمہاری چینل پر ائڈ (Advertisement) لگاتا ہے۔اس میں گانے، بے پردہ عورتیں وغیرہ ہوتی ہیں جو کہ شریعت مطہرہ کے خلاف ہے۔چاہیں کتنا ہی دین کا کام کیوں نہ کر رہے ہو آپ پیسے لے کر اس کے ذریعہ سے گناہوں کا وسیلہ بن رہے ہوتے ہیں۔

اپاہج لومڑی:

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ وہ دل میں روزی طلب کرنے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے اور ایک جنگل میں گزرے ایک مقام پر بیابان میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لومڑی نہایت فربہ اور تر و تازہ بیٹھی ہوتی ہے جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پاؤں اور آنکھوں سے بھی اندھی ہے۔ وہ بزرگ ایسے بے دست و پا اور مجبور جانور کو اس قدر تر و تازہ دیکھ کر نہایت حیران ہوئے اور وہاں بیٹھ کر حیرت سے سوچنے لگے اور اپنے دل میں کہا کہ اے اللہ عزوجل یہ آپاہج لومڑی کس حیلے سے اپنا رزق پاتی ہے ؟ حالانکہ بظاہر کوئی ذریعہ روزی حاصل کرنے کا اس کے پاس موجود بھی تو نہیں، نہ یہ چل سکتی ہے، نہ دیکھ سکتی ہے۔ وہ بزرگ اس قسم کی باتیں اپنے دل میں سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک جگہ سے زمین شق ہوئی اور دو پیالے بر آمد ہوئے ایک دودھ سے بھرا ہوا تھا اور دوسرا شہد سے۔ان بزرگ نے اب دل میں یہ خیال کیا کہ اے اللہ عزوجل اس

غذا تک کھانے کیلیے یہ لومڑی کس طرح پہنچے گی؟ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ اسی مقام پر پہاڑ سے ایک بزرگ نہایت خوبصورت اور نورانی چہرے والے نیچے تشریف لائے اور ان دونوں پیالوں کو اٹھا کر لومڑی کے پاس لے گئے اور دونوں پیالے اس کو پلا دیئے۔ جب وہ نورانی چہرے والے بزرگ واپس پہاڑ کی طرف جانے لگے تو ان بزرگ نے بڑھ کر نورانی چہرے والے کا دامن تھام لیا اور پوچھا، آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا، میں اللہ عزوجل کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں اور یہی خدمت میرے سپرد ہے کہ ہر روز صبح و شام یہاں آؤں اور اس لومڈی کو پیٹ بھر کر غزا کھلاؤں۔ یہ واقعہ دیکھ کر ان بزرگ نے روزی طلب کرنے کی تکلیف کے خیال کو دل سے نکال دیا۔ اور اسی پہاڑ پر بیٹھ گئے اور ایک چشمے کے کنارے رہنے لگے۔ اور نماز روزے میں مشغول ہو گئے۔ سات دن گزر گئے۔ مگر غیب سے کوئی رزق نہ پہنچا۔ فاقوں کے سبب نہایت کمزور اور نڑھال ہو گئے۔ آخر کار اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے میرے پروردگار! اپنی رحمت سے مجھ کو کوئی لقمہ غزا عنایت فرما، مجھ میں اب بھوک برداشت کرنے کی طاقت نہیں یا میری روح کو قبض کر لے! اللہ عزوجل کی طرف سے جواب ملا، اے شخص! تو اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دے اور روزی طلب کر، میں تجھے تیرا رزق عطا کروں گا۔ خود بھی کھا اور محتاجوں کو بھی کھلا۔ اور اگر اس حالت میں اسی پہاڑ پر ستر برس تک بیٹھا رہے گا۔ تو میں تجھ کو غزا کا ایک دانہ بھی نہ دوں گا۔ اس وقت بزرگ کی آنکھیں

کھلیں اور پہاڑ سے اتر کر تلاش معاش میں مشغول ہو گئے اور جو کچھ کماتے آدھا خود کھاتے اور آدھا محتاجوں کو کھلا دیتے۔

(تزکرۃ الواعظین)

اس واقعے سے یہ سمجھ آیا کہ توکل فقط اس بات کا نام نہیں ہے کہ اپنے گھر بیٹھے رہیں اور رزق کا انتظار کرتے رہیں۔ یہ دنیا عالم اسباب ہے اس میں کچھ نہ کچھ کوشش کرتے رہنا چاہئے اور اسباب کا سہارا بھی لینا چاہیے۔

ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''جس نے حرام مال جمع کیا پھر اُسے صدقہ کیا تو اُس میں اُس کے لیے کچھ ثواب نہیں، بلکہ گناہ ہے۔''

[الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان''، کتاب الزکاۃ، بأب التطوع، الحدیث: ۳۳۵۶، ج۵، ص۱۵۱۔]

ہمیں اس بات کو بھی سمجھنا چاہیے کہ جو آپ کے نصیب میں لکھا ہے وہی ملے گا۔ آپ اگر کہیں گے کہ میں اگر حرام ذریعہ اختیار کروں گا تو زیادہ پیسے ملیں گے اور اگر حلال ذریعہ اختیار کروں گا تو کم ملیں گے، ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ ہم پر ہی دارومدار ہوتا ہے کہ ہم کونسا ذریعہ اختیار کریں گے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ پھر دوسروں کو بھی اس چیز کی ترغیت دے رہے ہوتے ہیں کہ آپ بھی چینل مونٹیز کریں۔اور علی الاعلان سکسیس سٹوری (Success Story) کے نام پر اپنی حرام کمائے کی داستانیں سنارہے ہوتے ہیں۔

امام احمد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو بندہ مال حرام حاصل کرتا ہے، اگر اُس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اُس کے لیے اُس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ مرے تو جہنم کو جانے کا سامان ہے۔(یعنی مال کی تین حالتیں ہیں اور حرام مال کی تینوں حالتیں خراب)اللہ تعالٰی برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، ہاں نیکی سے برائی کو محو فرماتا ہے بے شک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔''

[''المسند''للإمام احمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود، الحدیث:۳۶۷۲، ج۲، ص۳۳۔]

اللہ پاک ہمیں مال حرام سے بچنے اور مال حلال حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ائمہ حضرات اور معاشی بحران سے نجات کی تدابیر

از: نازش المدنی مرادآبادی

استاد: جامعۃ المدینہ، ہبلی کرناٹک

امامِ مسجد علاقہ کا قائد ورہنما ہوتا ہے محلہ میں تمام دینی امور کو سرانجام دینے کی مکمل ذمہ داری اسی کے کندھوں پر ہوتی ہے۔ کسی کی فوتگی پر مرنے سے چہلم اور برسی تک ایصالِ ثواب کی تمام محافل اور گھر گھر جاکر جمعرات، جمعہ، شب برأت، محرم شریف، گیارہویں، بارہویں وغیرہ فاتحہ پڑھنے کی ذمہ داری اسی کے سر ہوتی ہیں۔ مگر افسوس آج ائمہ مساجد کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا جارہا ہے وہ کسی سے مخفی وپوشیدہ نہیں ہے۔ معاشی لحاظ سے ان پر جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں وہ کون نہیں جانتا۔ آج معاشرہ میں رہنے والا ایک مزدور اماموں سے زیادہ کمالیتا ہے۔ مگر افسوس ہم اتنے گئے گزرے لوگ ہیں کہ ہمارا امام جو کہ قوم کا لیڈر وپیشوا ہے اس کی تنخواہ مزدوروں سے بھی کم ہے اور ہم اس کی تنخواہ میں کوئی اضافہ نہیں کر پارہے۔ سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ اس مہنگائی کے دور میں ہر چیز کی قیمت بڑھ چکی ہے مگر اماموں کی تنخواہ وہی چھ، سات ہزار ہے۔

قوم سے پوچھنا چاہوں گا کہ ان دینی پیشواؤں نے تمہارے ساتھ کیا برا کیا ہے کہ ان کے ساتھ تمہارا یہ ناروا سلوک ہے؟ کیا ان کے بال بچے، فیملی نہیں، کیا ان کو دوا پانی کی ضرورت پیش نہیں آتی، کیا شادی بیاہ اور تہوار کے مواقع پر وہ نئے کپڑے پہننے کے حق دار نہیں، کیا دین کے رہبروں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ اگر کوئی امام صاحب اپنی تنخواہ بڑھانے کی بات کریں تو ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کو اتنی تنخواہ پر رہنا ہے تو رہیے ورنہ دوسرے اور بہت ہیں آخر کار وہ بیچارہ مجبوراًاسی قلیل تنخواہ پر راضی ہو جاتا ہے۔اور ساتھ ہی الگ سے تعویذ گنڈے کا کاروبار شروع کر دیتا ہے آخر کس نے اس کو اس کام پہ مجبور کیا اور کون اس کا ذمہ دار ہے۔

گزشتہ دنوں فقیر ایک شادی کی تقریب میں گیا جیسے ہی شادی ہال سے باہر نکلا تو ایک مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی خیریت معلوم کرنے کے بعد مصروفیات کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے حضرت میں کئی سال امامت و خطابت کے فرائض انجام دے چکا ہوں متولیوں اور ٹرسٹیوں کی بد سلوکی اور بد کرداری نے مجھے مجبور کر دیا اور اور معاشی لحاظ سے بھی کوئی خاص مضبوطی نہ حاصل ہو سکی بالآخر اب میں فیصلہ کر کے گھر ہی ایک چھوٹی سے کرانے دکان کھول لیا ہوں اور الحمد للہ اب امامت سے زیادہ میں گھر بیٹھے ہی کما لیتا ہوں، اور سکھی ہوں نہ کسی کا دباؤ ہے نہ کسی کا جبر۔ قارئین کرام ! یہ ایک واقعہ نہیں اس قسم کی سینکڑوں سر گزشت اور

آپ بیتی ہیں جن سب کا ماحصل یہی ہے کہ قوم نے ائمہ مساجد کو فراموش کر دیا، نتیجۃً ائمہ حضرات نے اس میدان ہی کو خیر آباد کہہ دیااور دیگر جائز کاکاروبار میں لگ گئے۔

ضرورت اس بات کی کہ معاشرے میں بڑھتے ہوئے اس سیلاب کا بند باندھا جائے اور ائمہ کرام کو معاشی بحران سے نجات دلائی جائے اور کوئی لائحہ عمل طے کیا جائے تاکہ یہ طبقہ کشادہ قلبی اور اطمنان کے ساتھ اپنی معاشی زندگی کو بہتر بنا سکیں۔ ورنہ رسوائی کے دن دور نہیں ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ وہ قوم جلد ہی ہلاکت کے دہانے پر پہنچ گئی ہے جس نے اپنے مقتدیٰ وپیشوا کی قدر نہیں کی۔اس سلسلہ میں چند تدابیر و تجاویز پیش کی جاتی ہیں امید ہیں ان پر اگر عمل درآمد ہو گیاتو کافی حد تک ائمہ حضرات کو معاشی بحران سے نجات مل سکتی ہے۔

مسجد کے لئے چندہ فنڈنگ کی جائے :

اس کا بہترین طریقہ یہ ہے مسجد کی متولی اور ٹرسٹی حضرات ایک کمیٹی تشکیل دیں اور اس کے کچھ ممبر بنائے جائیں جو اس کام کے لیے خاص کر لیے جائیں اور وہ حضرات ہر مہینے یا اس سے کم یا زیادہ دنوں میں چندہ کرنے کے لیے نکلیں، اور گھروں میں جا جا کر دستک دیں اور مسجد ومدرسہ کے لئے چندہ جمع کریں۔امید قوی ہے اس طرح ایک خطیر رقم جمع ہو جائے گی۔ پھر

مہینہ کے آخر میں اس موصولہ رقم سے امام صاحب کے لیے ایک حصہ نکالا جائے اور ہر ماہ کمیٹی والے اس رقم کو امام صاحب کی خدمت بطورِ تحفہ پیش کریں۔

جمعہ کے دن جمع شدہ پونجی ائمہ کرام کو پیش کی جائے:

جمعہ کے دن مساجد میں جھولی کے ذریعہ جو رقم جمع کی جاتی ہے عموماً مسجد کی مرمت میں اس کی کم ہی ضرورت پیش آتی ہے۔ مسجد کے متولی اور ٹرسٹی اگر عادل اور خوف خدا رکھنے والے ہوئے تو جمع ہو گئی ورنہ وہ بھی ہضم۔ لہٰذا اس تمام رقم کو ادھر ادھر نہ کر کے امام صاحب کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ ان کا بھلا ہو۔

اہل خیر حضرات امام صاحب کو نذرانہ پیش کریں:

وہ لوگ جو مالی لحاظ سے مضبوط ہے وہ امام صاحب کو ہدیے اور تحفے میں مصلّی، تسبیح، چادر، شال اور مٹھائی پیش کرنے کی بجائے پیسوں کا نذرانہ پیش کریں۔

خوشی کے مواقع پر ائمہ کرام کو یاد رکھا جائے :

مقتدی حضرات منگنی، شادی بیاہ، ولیمہ، ختنہ اور دیگر خوشی کے موقعوں پر اپنے محلہ کے امام صاحب کو ہرگز فراموش نہ کریں اور ان حسین موقعوں پر ان کو رقم تحفۃً پیش کریں۔

رسمی جلسوں جلوسوں کو کم کر کے ائمہ کرام کی خدمت کی جائے:

دور حاضر کا ایک بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ اولاً تو لوگ دین کے کاموں کی طرف آتے نہیں اگر آ بھی گیے تو بس جلسے جلوس کرنے کو اپنی کامیابی سمجھ لیتے ہیں جلسے اور کانفرس بھی دیر رات تک کرتے ہیں اور بلائے ہوئے پیشہ ور مقرروں خطیبوں اور رنگیلے نعت خوانوں کو بیس بیس، چالیس چالیس ہزار کی بھاری اور خطیر رقم پیش کرتے ہیں۔افسوس قوم کا کتنا بڑا ظلم ہے کہ وہ امام جو ہمہ وقت مسجد میں خدمت کرتا ہے، آپ کے بچوں کو صبح و شام مکتب میں تعلیم دیتا ہے وہ ان تمام نذرانوں سے محروم اور وہ پیسہ ور خطیب و نعت خواں جس نے بس ایک ڈیڑھ گھنٹے تقریر کی یا نعت پڑھی وہ کچھ ہی گھنٹوں میں جیبوں کی جیب بھر کر لے جاتا ہے افسوس صد افسوس۔

ع۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ رقم جو آپ نے ان نوٹ خور مقرروں نعت خوانوں کو دی ہے ان ائمہ کرام کی خدمت میں پیش کی ہوتی۔

ائمہ کرام کسب حلال کے دیگر ذرائع بھی اختیار کریں:

ائمہ حضرات امامت کے ساتھ ساتھ کسبِ حلال کے دیگر ذرائع اور وسائل بھی اختیار کریں صرف امامت پر تکیہ کرکے نہ بیٹھیں۔

دعا ہے مولیٰ کریم قوم مسلم کو ان تمام باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ۔ وما علینا الاّ البلاغ

شعبہ تحقیق

متحدہ سنی قیادت: ممکن یا محض خیال؟

از: فردین احمد خاں فردؔین رضوی

بی-سی-اے؛ کھنڈیلوال کالج، روہیل کھنڈ یونیورسٹی،

ریسرچ اسکالر، اسلامیات، استشراقیات واستغرابیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک و تعالی نے اپنے کلام حکیم قرآن مجید کے اندر انسانیت کو متحد رہنے اور افتراق سے بچنے کا درس جا بجا دیا ہے۔ جنگ کا میدان ہو یا باہمی نشست و برخاست ہر موقع و محل پر مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس میں ہمیشہ شیر و شکر بن کر رہیں۔ افتراق و انتشار کو ذرہ برابر بھی پنپنے کی جگہ فراہم نہ کریں اور ایسے جراثیم جن کی غزا اختلاف ہے انہیں اپنے سے دور کر دیں۔ آثار اسلامیہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کا طریق کار دنیاوی اور دینی ہر لحاظ سے ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے دلوں میں نزدیکیاں بڑھیں، قلبی محبت کو فروغ ملے، باہمی اتفاق پھولے پھلے اور لوگ آپس میں بھائی-بھائی بن کر رہیں۔ عنقریب اس مضمون میں ہم ان احکام و فرامین پر گفتگو کریں گے۔ مگر پہلے یہ جان لیں کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت دنیا کی مسلمان اکثریت ہے، بلکہ اگر دیکھا جاے تو دنیا میں ۷۰/ سے ۸۰/ فیصد

مسلمانوں کو اہل سنت و جماعت سنی گردانا جاتا ہے۔ بر صغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش میں اس جماعت کے ماننے والے کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔اور اس خطہ میں بالخصوص مسلمان خود کو سنی حنفی بریلوی کہنا پسند کرتے ہیں جس کی نسبت چودھویں صدی ہجری کے مجدد، امام احمد رضا خاں حنفی ماتریدی قادری علیہ الرحمۃ کی طرف کی جاتی ہے۔ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ آخر متحدہ قیادت و طاقت کے تصور میں غیر سنی حضرات کو شمولیت کیوں نہیں دی گئی؟ جس کا سادہ سا جواب یہی ہے کہ غیر سنی حضرات اہل سنت و جماعت سے اصولی اختلافات رکھتے ہیں۔اور یہ بات قرائن سے ثابت شدہ ہے کہ فروعی، عارضی یا ذاتی اختلاف کو پرے رکھ کر کوئی متحدہ طاقت تو قائم کی جاسکتی ہے مگر جہاں نظریاتی اختلاف ذاتی رائے سے آگے بڑھ کر اصولوں پر آجائے وہاں اتحاد کی بات کرنا اصولوں سے سمجھوتا ہے اور یہ قطعاً روا نہیں۔اب اتحاد و اتفاق پر گفت و شنید سے پہلے لازم ہے کہ ہم موجودہ حالات، اتحاد ہونے کے ممکنہ مواقع اور اتحاد کو ختم کرنے والے موانع پر سوچ بچار کریں۔

حالات حاضرہ کا نقشہ:

میرا ضمیر اور قلم کی دیانت داری اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ جب موجودہ حالات کا خاکہ کھینچے کا تقاضا ہو، میں اپنی اور اپنے ہم جماعت افراد کے احوال کو چاندی کے ورق میں لپیٹ کر پیش کروں اور یہ کہہ کر آگے بڑھ جاؤں کے "آل از ویل" سب بڑھیا چل رہا ہے۔ حقیقت کی عینک لگا کر دیکھیں تو پتا چلے گا کہ ہم بہت نازک وقت سے گزر رہے ہیں۔ ایک جہت تو

ہمارے اکابرین کثرت و عجلت سے دنیا کو الوداع کہہ رہے ہیں جن کے بعد آنے والے ان کے جانشین الّا ماشاء اللہ تعالیٰ پوری کوششوں کے باوجود بھی ان کے چھوڑے ہوئے خلا کو پورا نہیں کر پا رہیں۔ نہ جانے کتنی ایسی جگہیں ہیں جہاں ، جب تک اکابر زندہ رہے، تحریک / تنظیم / حلقہ متحد رہا، مگر جوں ہی کرسی صدارت خالی ہوئی گئی- کئی دعوے دار کھڑے ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کشتی کا میدان تیار ہو گیا، کچھ لوگ ایک دعوے دار کے ساتھ ہو گئے اور کچھ دوسرے کے۔ اور اتنا ہی نہیں کہ اپنی صدارت کا دعویٰ کریں اور بس، بلکہ وہ یا ان کے ماننے والے دوسرے دعوے دار کی کردار کشی میں لگ جاتے ہیں۔

پھر اگر دوسری جہت دیکھیں تو جگہ - جگہ سنی مراکز قائم ہو رہے ہیں، اور ایک مرکز پر لوگوں کا اتفاق کم ہو رہا ہے۔ یہ بات بہت افسوس ناک ہے کہ سنی حضرات ایک متحدہ مرکز تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ میری نظر میں مرکز کیا ہے اور آپ کی نظر میں کیا۔ سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ سب کی نظر میں ایک مرکز کیوں نہیں ہے؟ جب سب ہی سنی ہیں، سب ہی بڑے ہیں تو سب مل کر کسی ایک بڑے کو کیوں نہیں چن لیتے؟ مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس کھلی حقیقت کی طرف اشارہ بھر کرنے کے جرم میں مجھے ہی لوگ نشانہ تنقید بنائیں۔ خیر،

اس عجیب صورت حال کی سب سے خوف ناک جہت یہ نیا فتنہ بھی ہے کہ عوام، علما کی جناب میں لب کشائی کرنے لگی ہے۔ مقام و مرتبہ، پاس ولحاظ، عمر اور بزرگی کی پرواکئے بغیر لوگ

اکابر علما کے کردار، ان کے احوال اور نظریات پر غلیظ جملہ استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔ ان پاک باز ہستیوں کے خلاف رذیل الفاظ بولتے ہوئے انہیں اس بات کی ذرا بھی سدھ بدھ نہیں ہوتی کہ وہ کس کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک عامی کو ایک فقیہ کا گستاخ کس نے بنادیا یہ سوال موجودہ وقت میں بے ادبی کے تدارک کی کلید ہے۔ اور جان کی امان ملے تو یہ عرض کرنا غلط نہ ہوگا کہ اس پورے واقعہ میں کچھ ہاتھ ان چاپلوس، مکار اور فتنہ پرور حواریوں کا بھی ہے جو ہر خطہ میں پائے جاتے ہیں، ہر خانقاہ سے دو گلی کی دوری پر رہتے ہیں اور سوشل میڈیا پر تقدس مآب بن کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو خود بھلے ہی پیار کے دو اکشر نہ آتے ہوں مگر وہ جو علم و حکمت و محبت کے قاموس پہ بیٹھے ہیں ان پر حرف گیری کرتے نظر آتے ہیں، اور کہتے ہیں "آخر انہوں نے ایسا کیوں کر دیا؟ وہ گمراہی کیوں پھیلا رہے ہیں؟ وہ ہمارے روایتی طریق کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ عوام کو ان کا مقاطعہ کرنا چاہیے" وغیرہ۔

پھر کہیں دیدہ دانستہ لوگ مذہب کو اپنے ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر ان کے مخدوم کو مخدوم نہ مانیں تو وہ سیاسی داؤ پیچ کھیل کر آپ کو اپنا بیان بدلنے پر مجبور کریں گے، یا اگر آپ ان کے نظریات میں موجود کسی خرابی کی طرف اشارہ بھی کر دیں تو آپ کے کردار پر حملہ ہونے اور آپ کی ذاتی زندگی میں کھوج بین کر کے آپ کو بدنام کرنے کی کوشش ہونے کا پورا۔پورا احتمال ہے۔ اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

اتحاد میں حائل موانع:

حالات حاضرہ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد اہل سنت کی اس مہم میں کئی ایک موانع موجود ہیں۔ علمی و فکری اختلافات ذاتی رنگ لے لیتے ہیں۔ یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ آج ہم متحد نہیں ہو پارہیں۔ اب سوال یہ نہیں رہ گیا ہے کہ کون سا قول قوی ہے یا کون سی دلیل مضبوط بلکہ سوال اب یہ پوچھا جاتا ہے کہ جب "میں" نے تحقیق کر دی تو "تم" نے اس پر مزید تحقیق کیسے کی؟ جب میں نے ایک حکم سنا دیا تو تم دوسرا کیوں لائے؟ جب میری بات شائع ہو چکی ہے تو تمہاری مجال کیسے ہوئی کہ اسی موضوع پر قلم اٹھایا؟ اور اگر وہ تحقیق ان کے خلاف ہو تب تو گویا آپ نے اپنی قبر کھود لی، اب تو آپ کو دجال زمانہ ثابت کیے بغیر آپ کے حریف چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ممکن ہے آپ کی مجالست سے دور رہنے کی ہدایتیں دی جائیں، آپ کی کتابوں پر پابندی عائد کی جائے یا آپ کی شخصیت کو ہی غیر معتبر بتا کر دنیا بھر میں شائع کیا جائے۔

اسی کے ساتھ ایک طبقہ وہ بھی پیدا ہو چکا ہے جس کے لیے اتنا کافی نہیں کہ آپ سنی حنفی قادری ہیں، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ماننے والے ہیں، عقائد اہل سنت پر گامزن ہیں، جی نہیں، آپ کو اعتبار کی مہر تب ہی مل سکتی ہے جب آپ ان کی مخصوص خانقاہ کے شیدائی ہوں، ایک مخصوص پیر کے مرید ہوں، ایک متعین طریقہ طرز کے حامل ہوں۔ اسی بنا پر یہاں "اپنے" اور "پرائے" کی شناخت کی جاتی ہے۔ اس کو یوں سمجھیں کہ آپ عقائد اہل

سنت پر مضبوطی سے گامزن ہیں، کوئی عقیدہ و عمل کی خرابی آپ میں نہیں، اس وقت تک آپ بس ایک نارمل انسان ہیں، اب اگر آپ کو اعتبار کی سند چاہیے تو آپ کو ان افراد کی ہی مخصوص تنظیم کا حصہ بننا ہوگا، اگر آپ کسی اور سنی تنظیم کا حصہ بن گئے یا کسی اور سنی صحیح العقیدہ خانقاہ کے شیدائی ہوگئے یا کسی اور تقدس مآب پیر کے ہاتھ پر مرید ہوگئے تو آپ کچھ بھی کرلیں آپ کو اس حلقہ میں نہ تو شمولیت ملے گی اور نہ کبھی اعتبار۔ اسے کہتے ہیں اعتبار کی "تخصیص"۔

اور تو اور ایک خانقاہ کا مرید دوسری خانقاہ کے پیر کی سننے کو تیار نہیں، ان کی شخصیت کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں، ایک تنظیم کا رضاکار دوسری تنظیم کے لیے بے کار ہے، ایک ادارے کا خدمت گار دوسرے ادارے سے بے سروکار ہے۔ اگر ایک آدمی سخی ہے تو وہ صرف ایک مخصوص ادارے/ تنظیم/ تحریک کے لیے سخی ہے، مجال ہے کہ دوسرے کو ایک دھیلا بھی عنایت کرے! اب اسے خود غرضی کہیے یا کچھ اور مگر بہت سی جگہوں پر یہی حقیقت کا روپ دھار چکی ہے۔

ان باتوں سے منہ پھیر لینا، ان کا انکار کرنا اکثر لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے، اور فطری کہیں بھی کیا کہ ان کا تدارک کر کے مثبت اقدامات اٹھانے سے زیادہ آسان یہی ہے کہ سرے سے کسی پریشانی کا ہی انکار کردو۔ بس "آل از ویل" سب بڑھیا ہے بول کر آگے بڑھ لو۔ مگر مجھے یقین ہے کہ زندہ دل جاں بر ضمیر اور سالم فکر والے افراد میری گفتگو کو ضرور سنجیدگی سے ملاحظہ فرما

رہے ہوں گے۔اور یہ بھی جان رہے ہوں گے کہ یہ سب میرے ذہنی خلفشار کا غبار نہیں بلکہ اپنی ملت کا شیرازہ بکھرتے ہوئے دیکھ کر ابلتا ہوا میرا درد ہے جس نے قلم کی زبان اختیار کر لی ہے۔اب آیئے ان اسباب و علل کی روشنی میں اپنے احوال کی چارہ سزی کرنے پر کچھ بات چیت کر لیں۔

اتحاد کے امکانات و مواقع:

اہل سنت و جماعت کا آپس میں متحد ہونا ہماری اور ہماری روایات کی بقا کے لیے اشد ضروری ہے۔جیسا کہ امت کے ایک حکیم و دانا درویش صفت قائد کا قول ہے: "اتحاد زندگی ہے اور اختلاف موت ہے"۔ لہذا ہم پر یہ لازم ہے کہ اپنی ملت کو بقاو دوام فراہم کریں نہ کہ اس کی جڑیں اپنے ذاتی مفاد کے لیے کاٹیں۔رحمن و رحیم رب کے قرآن میں ہے کہ:

"اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو۔ سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا(فرقوں میں بٹ نہ جانا)۔اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا(دشمنی تھی)اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔"[آل عمران:۱۰۳]

اس آیت جلیلہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہم سب جو کہ امت واحدہ سے تعلق رکھتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ آپس میں گروہوں میں نہ بٹ جائیں،جب ہمارا خدا ایک،رسول ایک،قرآن ایک،عقیدہ ایک،مسلک ایک، نظریہ ایک تو ہمیں یہ ہر گز زیب نہیں دیتا کہ محض ذاتی مفاد

کے مقتل پر اتفاق کو ذبیحہ بنالیں۔ آیت مبارکہ سے یہ بات بھی واشگاف ہوتی ہے کہ باہمی اخوت اللہ تبارک وتعالی کی ایک عظیم نعمت ہے جس کی ناشکری ہماری ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ایک اور جگہ قرآن میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کرتے ہوئے خالق کائنات نے فرمایا:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل

[الفتح:۴۹]

یہاں بھی ہمارے لیے باہمی اتفاق وبھائی چارہ کادرس موجود ہے، اگر ہم بھی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کادم بھرتے ہیں تو ہمیں بھی چاہیے کہ آپس میں نرم دل بن کر رہیں۔اپنے بڑوں کی عزت کریں، چھوٹوں کی غلطیوں کو معاف کریں، یاروں کی باتوں سے کبھی۔ کبھی درگزر سے کام لیا کریں اور اپنے آپ کو اس عظیم الشان سمندر جیسا بنا لیں جس کے سامنے کتنا ہی غلیظ مادہ آیے، اس میں ڈالا جائے مگر وہ اپنا صاف وشفاف رنگ کبھی نہیں چھوڑتا، بلکہ یوں کہیں کہ اس کی صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ صاف کا صاف ہی رہتا ہے۔

اگر کسی کو لگتا ہے کہ اتفاق بہت آرام سے ہو جائے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ بلکہ میں تو آپ کو غیظ وغضب کے تلاطم میں اپنے آپ پر قابو رکھنے کی بات کر رہا ہوں۔ اپنی نظر کو وسعت

اور اختلاف کی گنجائش دینے کی بات کر رہا ہوں۔ جب کوئی معاملہ اصولی نہیں ہے اور ہر ایک کے پاس اپنے دلائل ہیں تو کسی کو برا کہنا کیوں کر بجا ہو سکتا ہے ؟ ذرا خود سوچیئے۔ میں تو کہتا ہوں سب ہمارے ہیں، سب مخدوم ہیں اور سب معزز ہیں ۔ جب ہم عقائد میں ایک ہیں معمولات میں ایک ہیں اور نظریات میں بھی ایک ہیں تو محض چند مسائل میں اختلاف ہونے سے کوئی پرایا تو نہیں ہو جاتا نہ ؟

اس لیے میرے عزیزوں ! اللہ عز و جل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والوں ! صحابہ کے متوالوں ! اولیا کے مستانوں اور مشائخ کے دیوانوں ! آؤ ہم سب مل کر ان بغض و کینہ کی دیواروں کو مسمار کر دیں اور دنیا کو پیغام دیں کہ ہم سب ایک تھے، ایک ہیں اور ایک ہی رہیں گے۔ آؤ ہم تمام علما کا ادب کریں، ہر پیر کی تعظیم کریں اور ہر محقق کو اس کی فکری آزادی دیں تاکہ اہل سنت و جماعت کے ماننے والے سنی افراد دنیا کے افق پر چھا جائیں اور ایک متحدہ طاقت بن کر ابھریں۔ کسی نے پوچھا تھا، متحدہ سنی قیادت : ممکن یا محض خیال ؟ میں کہتا ہوں ممکن اور بہت جلد حقیقت واقعہ۔ ان شاءاللہ تعالی

اللہ تبارک و تعالی ہمیں دنیا و عقبا میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔

آمین یارب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیم

حدیث پاک "لا نبی بعدی" کی تحقیق

از: محمد فیض العارفین رضوی

متعلم جامعہ رضویہ منظر الاسلام

بریلی شریف

حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِينَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمْ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ

ترجمہ:

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن بشار نے ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے فرات قزار نے بیان کیا، انہوں نے ابو حازم سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں پانچ سال تک بیٹھا

ہوں۔ میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا کرتے تھے، جب بھی ان کا کوئی نبی دنیا سے چلا جاتا تو دوسرے ان کی جگہ لے لیتے، لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں میرے نائب ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس سے بیعت کرو، بس اسی کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔

[صحیح البخاری, کتاب: انبیاء علیہم السلام کا بیان, باب: بنی اسرائیل کے واقعات کا بیان, حدیث نمبر: 3455]

راویان حدیث:

1۔ محمد ابن بشار:

جن کا لقب بندار ہے۔ کنیت ابو بکر لیکن یہ مشہور ہیں بندار کے لقب سے ہی۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ جن کی ولادت 167ھ کی ہے اور وفات 252ھ کی۔

اقوال علما:

ابن دورقی کہتے ہیں کہ ہم یحییٰ بن معین کے پاس تھے ان کے سامنے بندار کا ذکر ہوا تو یحییٰ بن معین نے ان کی تضعیف فرمائی لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے تقریب

التھذیب میں فرمایا کہ بندار ثقہ ہیں۔ابو حاتم رازی نے آپ کے بارے میں لفظ صدوق (صدوق یہ الفاظ تعدیل میں سے ایک لفظ ہے جس کا درجہ ثقہ سے کم ہے) ارشاد فرمایا۔امام نسائی نے فرمایا کہ بندار صالح ہیں ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔دار قطنی نے آپ کا ذکر حفاظ حدیث میں کیا ہے۔ابن حبان نے آپ کا ذکر ثقات رواۃ میں کیا ہے۔ سلمی نے فرمایا کہ عمرو بن علی سے پوچھا گیا ابو موسیٰ اور بندار کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ دونوں ثقہ ہیں ان میں سے ہر ایک سے حدیث کو قبول کیا جاتا ہے۔خطیب بغدادی نے کہا کہ ان کی حدیثیں بہت مشہور ہیں اور وہ ثقہ ہیں۔۔

حوالہ جات:

[تقریب التھذیب/ تھذیب التھذیب/ الجرح والتعدیل/ تسمیۃ الشیخ للنسائی/ تھذیب الکمال/ الثقات لابن حبان/ تاریخ بغداد]

2۔ محمد ابن جعفر ہذلی:

ان کا لقب غندر ہے اور کنیت ابو عبداللہ۔یہ بھی بصرہ کے ہی رہنے والے تھے ان کی ولادت 110ھ میں ہوئی اور وفات 193 یا 194ھ میں ہوئی۔

اقوال علما:

ابو الولید باجی نے فرمایا کہ یحییٰ ابن معین نے تعدیل و تخریج میں محمد ابن جعفر کی تضعیف فرمائی ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ محمد ابن جعفر ثقہ ہیں صحیح الکتاب

ہیں مگر ان میں کچھ غفلت ہے۔ دارمی نے فرمایا کہ محمد ابن جعفر ثقہ ہیں اور ابو حاتم رازی نے فرمایا کہ غندر صدوق ہیں اور ابن حبان نے ان کا ذکر تبع تابعین کے طبقے میں ثقات رواۃ میں کیا ہے۔

حوالہ جات:

[تہذیب التہذیب/ تقریب التہذیب/ تاریخ الدارمی/ الجرح والتعدیل]

3۔ شعبہ:

جن کی کنیت ابو بسطام ہے لیکن ان کی شہرت شعبہ سے ہی ہے۔ یہ بھی بصرہ میں رہتے تھے۔ جن کی ولادت 82ھ میں ہوئی بعض نے فرمایا کہ 83ھ میں اور بعض نے فرمایا 85ھ اور بعض نے فرمایا کہ 87ھ میں ہوئی اور وفات 160ھ میں ہوئی۔ ان کی پیدائش تو مقام واسط میں ہوئی لیکن وفات بصرہ میں ہی ہوئی۔

اقوال علما:

ابن محرز سے پوچھا گیا کہ سفیان ثوری اثبت ہیں یا شعبہ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سفیان ثوری پھر یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ شعبہ ثقہ ہیں لیکن اسمائے رجال میں خطا کرتے ہیں اور ہشام نے

فرمایا کہ شعبہ زیادہ ثقہ ہیں۔تاریخ بغداد میں آیا ہے کہ کہ شعبہ ثقہ ہیں اور اسمائے رجال میں کچھ خطا کرتے ہیں۔ ابو حاتم رازی نے فرمایا کہ شعبہ ثقہ راوی ہیں۔

اب دیکھیں علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ شعبہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ امام شعبہ ثقہ ہیں اور یقیناً حافظِ حدیث ہیں اور ثوری فرماتے ہیں کہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں اور امام ذہبی نے کاشف میں بھی امام شعبہ کو امیر المومنین فی الحدیث قرار دیا ہے۔

حوالہ جات:

[تہذیب التہذیب/تقریب التہذیب/الجرح والتعدیل/الکاشف/تاریخ بغداد/تاریخ ابن معین روایۃ الدوری]

4۔فرات القزّار:

ان کی کنیت ابو محمد یا ابو عبداللہ ہے۔یہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔

اقوال علما :

یحییٰ ابن معین نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں اور ابو حاتم رازی نے فرمایا کہ یہ صالح الحدیث ہیں اور امام ذہبی نے کاشف میں ان کی ثقاہت ہی کو بیان کیا اور علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی آپ کے بارے میں یہی فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں۔

حوالاجات:

[تاریخ ابن معین روایۃ الدوری/ الکاشف للذہبی/ تقریب التہذیب]

5۔ابو حازم:

آپ کی شہرت ابو حازم اشجعی سے ہے۔آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔آپ کی وفات 100 ھ یا 101 ھ کی ہے۔آپ کا شمار حضرت ابو ہریرہ کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔

اقوال علما:

یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ ابو حازم ثقہ ہیں۔علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی ابو حازم کے بارے میں ثقاہت کا قول کیا ہے۔

حوالہ جات:

[تاریخ ابن معین روایۃ الدوری/ تقریب التہذیب]

6۔جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کے نام میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کا نام عبد الرحمن بن صخر ہے۔آپ قبیلۂ دوس کے رہنے والے تھے۔7 ھ میں فتح خیبر کے بعد آپ حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر آخری دم تک مدینہ طیبہ میں حاضر رہے۔ آپ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں۔ آپ سے آٹھ سو سے زیادہ راویان حدیث نے روایت حدیث کی ہے۔ آپ کا وصال اٹھتر سال کی عمر میں 57ھ یا 58ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

تخریج حدیث:

یہ الفاظ (لَا نَبِيَّ بَعْدِی) یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں, رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا اس کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں کتاب الامارت باب وجوب الوفاء بیعة الخلفاء حدیث نمبر 1842 میں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحیح مسلم, کتاب فضائل الصحابة, باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه, حدیث نمبر 2404 میں اور حضرت ثوبان بن بجداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامع الترمذی, ابواب الفتن عن رسول الله صلی الله علیه وسلم, باب لاتقوم الساعة حتیٰ یخرج کذابون, حدیث نمبر 2219 میں امام ترمذی نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے اور حضرت ثوبان نے ہی سنن ابی داؤد, کتاب الفتن والملاحم, باب ذکر الفتن ودلائلها, حدیث نمبر 4252 میں اور مستدرک حاکم میں حدیث نمبر 8390 میں صحیح اسناد کے ساتھ بیان کی۔

شعبہ تنقید

قائدین کی خاموش مزاجی: ملت کی تباہی کا پیش خیمہ

از: مفیض الدین مصباحی

کشن گنج، بہار

استاد جامعہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ سیٹی

قائد عربی زبان سے مشتق اسم فاعل ہے اس کی جمع قائدین ہے،اوراردو زبان میں معنی و ساخت کے لحاظ سے بعینہ داخل ہوا اور بطور اسم استعمال کیا جاتا ہے۔ تخلیق کائنات سے لے کر آج تک ہر زمانے میں قائد اور قیادت کا تصور موجود رہا ہے۔ اور انسانی برادری کے لیے یہ تشریف شرف یعنی لباس فاخرہ،خلعت بزرگی سے کم نہیں ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالی کی طرف سے یہ عظیم نعمت وامانت ہے، کیونکہ قیادت نام ہے اس حکمت وتدبر، منصوبہ بندی کا جس کے ذریعہ انسانی گروہ کے مفادات مصالح، یا کسی انسانی گروہ یا جماعت کے ساتھ اس طرح کے تعلقات و معاہدات طے کیے جاتے ہیں ہیں یا پھر کوششیں کی جاتی ہیں جو اپنی قوم و ملت کے حقوق کو زیادہ سے زیادہ تحفظ عطا کر سکے۔

بہترین قائد کی کچھ خصوصیات:

(۱) اچھا رہنما و قائد وہ ہوتا ہے جو حق سے بھٹکی ہوئی بدحال قوم کو بے آسرا نہیں چھوڑتا۔ (۲) زبوں حال قوم کے اصل مرض کی تشخیص کرتا ہے، پھر ایک ہمہ گیر جدوجہد سے اس کا علاج کر کے شفایابی تک مسلسل رہنمائی کرتا ہے۔ (۳) وہ لوگوں میں باطل کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے (۴) ناکامی اور مایوسی کا لفظ اس کی ڈکشنری میں نہیں ہوتا۔ (۵) لوگوں کو ان کے اعمال کے حوالے سے بروقت اچھے اور برے انجام سے آگاہ کرتا ہے۔ (۶) وہ دنیاوی مال و متاع کا نہ تو خود حریص ہوتا ہے نہ دوسرے کو حریص ہونے دیتا ہے۔ (۷) اس کی حیثیت لاچار اور مجبور قوم کے لئے ایک مسیحا کی سی ہوتی ہے (۸) وہ ایسے نظام عمل سے متعارف کرواتا ہے کہ جس پر چلتے ہوئے منزل تک پہنچنا ان کے لئے ناممکن نہیں رہتا۔ (۹) اچھا قائد لوگوں کے احوال کو بدلنے میں شب و روز کوشاں رہتا ہے (۱۰) وہ اپنی شخصیت، کردار اور فکر سے ان کی تربیت کرتا ہے۔ (۱۱) حقیقی لیڈر وہی ہوتا ہے جو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے معاشرے کو ہزاروں لیڈر دے جاتا ہے (۱۲) اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سچا لیڈر، قائد احکام خداوندی کا خود سختی سے پابند ہوتا ہے اور **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول** اس کی زندگی کا مقصد اور نصب العین ہوتا ہے۔

موجودہ وقت میں ان خصوصیات کا حامل افراد تلاش کرنا گویا کہ "عنقا" پرندے کی تلاش کرنا ہے؛ لیکن پھر بھی جن لوگوں پر قائدین کا اطلاق ہوتا ہے اسی حوالے سے تھوڑی سی گفتگو کروں گا:

آج پوری دنیا میں مسلمانوں کی حالت کسی سے مخفی نہیں ہے اور روز بروز ان کی حالت مخدوش ہوتی جارہی ہے۔ بے شمار قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود اپنی ذاتی مفادات، باہمی چپقلش، اور دنیاوی عیش و عشرت اور منصب، عظمت کی چاہ نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ گزشتہ دہائیوں کے مقابلے میں رو بہ تنزل، ناپایدار اور عدم استحکام کا شکار ہے۔ اگر ہم عالم اسلام کی سب سے بڑی تنظیم او آئی سی کی بات کریں تو، اس تنظیم نے اپنے پلیٹ فارم سے اپنے قیام سے لے کر آج تک مسلمانوں کے تحفظ اور مسائل کے حل کے سلسلے میں سوائے اجلاسوں کے کچھ نہیں کیا۔ او آئی سی ایک بین الاقوامی تنظیم ہے جس کا قیام اکیس 21/اگست 1969ء کو مسجد اقصیٰ پر یہودی حملہ کے رد عمل کے طور پر 25 ستمبر 1969ء کو مراکش کے شہر رباط میں عمل میں آیا۔ اور اس میں مشرق وسطیٰ، شمالی، مغربی اور جنوبی افریقہ، وسط ایشیا اور یورپ، جنوب مشرقی ایشیا اور برصغیر، تقریباً 57 مسلم اکثریتی ممالک شامل ہیں۔ اس کا مقصد عالم اسلام کو درپیش مسائل پر غور اور ان کا حل تجویز کرنا تھا، نیز اسلام فوبیا سے نمٹنے کے لیے مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا تھا؛ لیکن بدقسمتی سے ان کی حیثیت کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ یہودی، نصرانی آقاؤں کو خوش کرنے میں گزار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ قوم مسلم کے ساتھ انہیں بھی وقفہ وقفہ سے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

قوم کی موت وزیست اور عروج وزوال کے اسباب قائد کے اپنے قائدانہ رول کے اندر مضمر ہوتے ہیں۔ بہتر قائد وہ ہے جو قومی مفادات کی خاطر ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کا جذبہ رکھتا ہو۔ قومی حالات کی بہتری کی خاطر کوششیں کرتا ہو اور ایسی منصوبہ بندی جو قوم کو آگے لے جائے۔ لیکن ہمارے سیاسی مسلم رہنماؤں نے معاشرہ کی ترقی کے بجائے اپنے سیاسی کیریئر پر زیادہ توجہ مرکوز کی؛ یہی وجہ ہے کہ قوم مسلم بھی ان سے بیزار ہے، حالانکہ موجودہ وقت میں امت مسلمہ کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔

اور اگر ہم ملک ہندوستان کی بات کریں تو تقسیم ہند ہی سے ہماری کمر ٹوٹ گئی، جنگ آزادی میں سب سے زیادہ قربانیاں پیش کرنے کے باوجود کرم فرماؤں نے ہم سے امتیازی سلوک روا رکھا لیکن پھر بھی ہم میں ایسے افراد موجود تھے جو اپنے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر کے قومی، ملی مفادات کو ترجیح دیتے تھے۔ان کے خلاف اٹھنے والی آواز کا جواب دینے کی طاقت رکھتے تھے، لیکن زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی، سماجی، معاشی اور تعلیمی پسماندگی نے ہمیں ذلت و رسوائی کے قعر عمیق میں ڈھکیل دیا اور اب اس کے تدارک کے لیے عملی اقدامات پر کوئی آمادہ نہیں۔یہی وجہ ہے کہ موجودہ وقت میں مسلمانوں کو "مسلم پرسنل لا "میں تبدیلی شمالی ہند میں "گوکشی" "لو جہاد" کے بہانے غیر انسانی کرائم "مآب لنچنگ " شان رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی """میڈیا" کے ذریعے مستقل طور پر مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک و برتاؤ جیسے پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے اور اپنی قوم اور

ہمارے قائدین کے پاس ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی لائحہ عمل نہیں ہے۔اور شاید گزشتہ دو تین سال میں طلاق ثلاثہ، ہیٹ کرائم، سی اے اے،اور این آر سی اور تحفظ ناموس رسالت وہ اہم معاملات رہے ہیں جس نے مسلم قائدین کی قیادت پر سوالیہ نشان لگادیا ہے۔

اور اب تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ لوگ مسلمانوں کے قتل عام کے طریقے سوچ رہے ہیں جیسا کہ حال ہی میں "ہری دوار" میں ایک نام نہاد "دھرم سنسد" کا اہتمام ہوا، جس میں شدت پسند پجاریوں نے اشتعال انگیز تقریریں کی، جس کو لے کر غیر ملکی میڈیا نے شدید رد عمل ظاہر کیا، مگر ہمارے ملک کا میڈیا، یہاں کی سرکار اس معاملے میں بالکل خاموش رہی اور ہمارے قائدین تو پہلے ہی سے کسی بولنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ اللہ ہی ان کا محافظ ہے ۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

ABOUT US:

All Praise is to Allah the Exalted! The revolutionary organization of Ahlus Sunnah wal Jama'ah "Tahreek Nizam e Mustafa" is constantly working for propagating the message of Ahlus Sunnah. And every work which it does is in the light of thoughts and views of Imam Ahmad Raza. It is an organization comprising of students from schools and colleges as well as seminaries (Madaris). The main aim of our organization is to preserve the beliefs of Ahlus Sunnah and the eradication of various ill practices in the society and regarding the same time and again various articles are published by us and along with it religious gatherings are organized. It is supplication to Allah the Exalted that he through the mediation of his Prophet (peace and blessings be upon him) blesses the members of this organization with true love of Islam and keeps them firm on the creed of Ahlus Sunnah wal Jama'ah and gives them success in their goals. Ameen.



ناشر:

تحریک نظام مصطفی ﷺ

+919675801762, +919720315389 | www.nizamemustafa.in